علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وأهل الحديث : هم الذين التمسوا الحق من وجهته وتتّبعوه من مظانه، وتقربوا من الله تعالى باتباعهم سنن رسول الله صلىطلبهم لآثاره برا وبحراً وشرقاً وغرباً . "

اہل حدیث وہ لوگ ہیں جو حق کو اس کے اصل مصدر سے تلاش کرتے اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث اور آپ کی سنن کو اپنا کر اور بحر و بر اور مشرق و مغرب سے آپ ﷺ کی سنت اور حدیث کو تلاش کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔

(تاویل مختلف الحدیث ص:۸۰)۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ ایل۔ بی۔ ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن	کتمانِ علم	شیخ محمد ایوب اثری	3
حلقۂ حدیث	جنت کی ضمانت	شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی	5
اداریہ	شراب ومنشیات اور عذاب الٰہی	مدیر	7
مقام علماء	علماء کی منصبی ذمہ داریاں	شیخ ابورضوان محمدی	10
مقام سنت	حدیث کی تشریعی حیثیت اور اس کا انکار ایک مختصر جائزہ	شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی	21
توشۂ خطیب	خطبات جمعہ کی تیاری کیسے کریں؟	شیخ د رعبید الرحمن مدنی	28
تاریخ وسیرت	اسلام کی پہلی شہیدہ: اُم عمار سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہما	شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی	33
فقہ وفتاوی	نکاح میں مہر کی مقدار اور اس کا حکم	شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی	42
آئینۂ جمعیت وجماعت	دورۂ تدریبیہ کا آنکھوں دیکھا حال	شیخ رشید سمیع سلفی	45
آئینۂ جمعیت وجماعت	جماعتی خبریں	دفتر صوبائی جمعیت	47

حلقۂ قرآن

کتمانِ علم

شیخ محمد ایوب اثری

﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ﴾[آل عمران:۱۸۷]

''اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے''۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کو زجر و توبیخ کی جارہی ہے کہ ان سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا کہ کتاب الٰہی (تورات اور انجیل) میں جو باتیں درج ہیں اور آخری نبی محمد ﷺ کی جو صفات ہیں انہیں لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور انہیں چھپائیں گے نہیں لیکن ان لوگوں نے دنیا کے تھوڑے سے مفادات کے لئے اللہ کے اس عہد کو پسِ پشت ڈال دیا، گویا اہل علم کو تلقین وتنبیہ ہے کہ ان کے ہاں جو علم نافع ہے جس سے لوگوں کے ''عقائد و اعمال'' کی اصلاح ہوسکتی ہو وہ لوگوں تک ضرور پہونچانا چاہیے اور دنیوی اغراض ومقاصد ومفادات کی خاطر ان کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے، قیامت کے دن ایسے لوگوں کو حدیث کی روشنی میں آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔(احسن البیان)

قارئین کرام! اللہ کے نبی ﷺ نے ایک حدیث کے ذریعہ اپنی امت کو آگاہ فرمایا کہ تم لوگ ضرور بالضرور ان کے نقش قدم پر چلو گے بالشت در بالشت اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ایسا ضرور کرو گے تو صحابۂ کرام نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس سے مراد ''یہود و نصاریٰ'' ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ نہیں ہیں تو اور کون ہے؟ (بخاری ومسلم)

مذکورہ آیت کریمہ اور اس حدیث پاک کی روشنی میں اگر ہم موازنہ کریں تو ذرہ برابر فرق نظر نہیں آئے گا، دین اور شریعت کے بارے میں جس طریقے سے یہود و نصاریٰ نے کیا آج وہی عمل امت محمدیہ کے بعض افراد انجام دے رہے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اہل سنت اور عاشقِ رسول ﷺ باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ہماری یہ ذمہ داری تھی کہ شریعت کا جتنا علم قرآن وسنت کی روشنی میں ہمارے پاس ہے اسے بلا کم و کاست اللہ کے بندوں اور امت کے سامنے پیش کردیتے لیکن یہود و نصاریٰ کی روش اپناتے ہوئے ہم نے ان چیزوں کو بیان کیا یا امت کے سامنے پیش کیا جو ہماری خواہشات کے مطابق تھیں اور ان چیزوں کو عوام سے چھپایا (حالانکہ وہ اسلام کی اصل تعلیمات تھیں) جو ان کی خواہشات نفس کے آڑے آرہی تھیں۔

اسلام ایک آفاقی وابدی اور مکمل دین ہے جس میں کوئی نقص نہیں اور شریعت کے ہر ہر مسئلے کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کردیا ہے، لیکن یہ دیکھ کر دکھ اور افسوس ہوتا ہے کہ اسلام دشمن سازشوں نے اسلام کے نام پر اسلامی تعلیمات کے خلاف مسلمانوں میں بہت سے تہوار اور رسمیں رائج کرڈالی ہیں دیگر مہینوں کی طرح ماہ رجب میں بھی شرک وبدعت کے مرتکب

ہوتے ہیں جبکہ ماہ رجب حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔

روزہ رکھنا، ایک بہترین عمل ہے لیکن ماہ رجب میں جو روزہ اور جس نیت اور فضیلت کے حصول کی غرض سے رکھا جاتا ہے جب اس کی تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ سے اس روزے کے بارے میں کچھ ثابت نہیں بلکہ صحابہ کی جماعت (جس میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں) سے اس روزے کی کراہت ثابت ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس دن کے روزہ رکھنے والے کو دُرّہ لگاتے تھے۔

اسی طرح سے ''صلوۃ الرغائب'' نامی نماز پڑھی جاتی ہے (یعنی بڑی بخششوں والی نماز) جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں عشاء اور مغرب کے مابین بارہ رکعت پڑھی جاتی ہے، اس بدعت کو بہت عروج حاصل ہوا، اس موقع پر مساجد میں چراغاں ہوتا ہے، لوگوں کی بھیڑ جمع ہوتی ہے اور اس نماز کی فضیلت میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد جو بھی اللہ سے مانگا جائے اس کی ہر حاجت پوری کی جائے گی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ نماز نہ رسول ﷺ نے پڑھی ہے، نہ صحابہ، نہ تابعین اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے اس کی فضیلت ذکر کی ہے بلکہ اس کی فضیلت میں جو حدیث مروی ہے وہ باتفاق علمائے حدیث جھوٹی، من گھڑت اور موضوع ہے۔ (الابداع فی مضار الابتداع، بحوالہ المنکرات، ص:۶۷)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماہِ رجب یا اس کے روزوں یا اس ماہ کے کسی مخصوص دن کے روزہ اور اس کی مخصوص رات کی عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں ہے۔ (تبیین العجب بما ورد فی شہر رجب، ص:۲۳)

اور امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماہِ رجب کے روزے اور اس کی بعض راتوں کی مخصوص نمازوں کے بارے میں جتنی روایات بھی مروی ہیں سب جھوٹی گھڑی ہوئی ہیں۔ (المنار المنیف لابن قیم:۲۱۱۰) واضح ہو کہ یہ نماز ۴۸۰ھ کے بعد بیت المقدس میں ایجاد کی گئی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اسے اچھا جانا تو گویا اس نے یہ گمان کیا (یعنی یہ عقیدہ گھڑا) کہ نعوذ باللہ محمد ﷺ نے اپنی رسالت میں خیانت سے کام لیا اس لئے کہ اللہ کا فرمان قرآن میں موجود ہے: کہ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (اسلام) تمام کر دی اور دین اسلام سے دین کی حیثیت سے راضی ہو گیا اور جو اس وقت دین نہیں ہو سکا آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔ (الاعتصام للشاطبی:۱/۴۹)

اسی طرح سے رجب کے کونڈے اور غیر اللہ کی نذر ماننا ہے یہ رسم بھی اعداء اسلام اور دشمنان دین نے گھڑا ہے یہ کونڈا: ۲۲/رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام سے بطور نذر و نیاز بھرا جاتا ہے جبکہ اس تاریخ کو نہ جعفر صادق رحمہ اللہ کی پیدائش ہوئی ہے اور نہ وفات بلکہ اس ۲۲/رجب کی تاریخ کو کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی، دراصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں یہ کونڈا بھرا جاتا ہے اور اس کی پردہ داری میں حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام سے یہ کہانی گھڑی گئی ہے۔

لہٰذا قرآن وسنت کے ماننے والوں کو اس قسم کی لغو رسم سے دور رہنا چاہیے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی روش اپنانے سے بچائے اور اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

حلقۂ حدیث

جنت کی ضمانت

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الجَنَّةَ"

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان ح:٦٤٧٤، کتاب المحاربین من اہل الکفرۃ والردۃ، باب فضل من ترک الفواحش ح:٦٨٠٧۔ سنن ترمذی، ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ح:٢٤٠٨، مسند احمد ح:٢٢٨٢٣)۔

ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے لئے جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ذمہ داری دے دے میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری دے دوں گا۔

راوی حدیث: اس حدیث کے راوی حضرتِ سہل بن سعد بن مالک بن خالد انصاری ساعدی مدنی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی کنیت "ابوالعباس" تھی، پہلے ان کا نام "حزن" تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر کے "سہل" کر دیا۔ وہ مشہور صحابہ کرام میں سے ایک تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی، ان سے کل 88/احادیث مروی ہیں، 28/احادیث متفق علیہ ہیں اور گیارہ کے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں، ان سے تابعین کی ایک جماعت نے حدیثیں روایت کی ہے، ان کی وفات 88/ہجری میں ہوئی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مدینہ میں باقی رہنے والے سب سے آخری صحابی تھے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ٣/١٤٠ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، مرعاۃ المفاتیح ١/١٦٦ طبع بنارس)

تشریح: اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کی حفاظت پر جنت کی ضمانت دی ہے۔

۱- زبان۔
۲- شرمگاہ

یہ دونوں اللہ تعالی کی عظیم نعمتوں اور اس کی عجیب وغریب واچھوتی کاریگری میں سے ہیں۔ زبان بظاہر اعضاء انسانی میں سے سب سے چھوٹی عضوء ہے، لیکن طاعت وجرم کے اعتبار سے بہت بڑی ہے، زبان قلوب واذہان کا ترجمان ہے، اس کا صحیح استعمال ذریعہ حصولِ ثواب اور غلط استعمال باعثِ وعید وعذاب ہے، یہی زبان انسان کو جنت میں داخل کرا سکتی ہے اور جہنم میں بھی جانے کا سبب بن سکتی ہے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص زبان کے حق کی ادائیگی کا التزام کر لے یعنی اسے حرام کاموں، غیبت، چغلخوری، گالی گلوچ اور تہمت تراشی سے بچالے، اور اس کے ذریعہ نیک کام کرے، ذکر الٰہی کرے،

بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے تو ایسے شخص کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔

اسی طرح شرمگاہ بھی جسم انسانی کا ایک چھوٹا عضوء ہے، یہ عصمت وعفت ،شرف وعزت اورنسل انسانی کی حفاظت کی جگہ ہے ۔اس کے بارے میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے شرمگاہ کی حفاظت کر لے چاہے مرد ہو یا عورت اور اسے غلط کاموں ،زنا،لواطت سے بچائے رکھے اور اسے جائز جگہوں پر استعمال کرے تو اس کے لئے بھی جنت کا وعدہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص عورتوں کے بارے میں فرمایا:

"إذا صلَّتِ المرأةُ خَمْسَها ، و صامَت شهرَها ، و حصَّنَتْ فرجَها ، وأطاعَت زوجَها ، قيلَ لها : ادخُلي الجنَّةَ مِن أيِّ أبوابِ الجنَّةِ شِئتِ"(صحیح الجامع ح:٦٦٠،صحیح ابن حبان ح:٤١٦٣،صحیح الترغیب والترہیب للالبانی ح:١٩٣١)

''جب عورت پانچ نمازیں ادا کرے،رمضان کے روزے رکھے،اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت بجالائے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہوجائے''۔

جس طرح زبان اور شرمگاہ کی حفاظت پر جنت کی بشارت دی گئی ہے ایسے ہی ان دونوں کی حفاظت میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے تنبیہ بلیغ بھی ہے۔چنانچہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ ؟ قَالَ : " التَّقْوَى وَحُسْنُ الْخُلُقِ ". وَسُئِلَ : مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّارَ ؟ قَالَ : " الْأَجْوَفَانِ : الْفَمُ وَالْفَرْجُ "

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔کون سا عمل سب سے زیادہ (لوگوں کو) جنت میں داخل کرے گا۔آپ نے فرمایا۔تقوی اور خوش اخلاقی ۔سوال کیا گیا۔کون سی چیز سب سے زیادہ (لوگوں کو) جہنم میں لے جائے گی ۔فرمایا دو کھلی چیزیں ۔منہ اور شرم گاہ''۔(سنن ترمذی ح:٢٠٠٤،سنن ابن ماجہ ح:٤٢٤٦)۔

حضرتِ سفیان بن عبداللہ ثقفی کہتے ہیں کہ:

''قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ، قَالَ: " قُلْ رَبِّيَ اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ ". قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا''(سنن ترمذی ح:٢٤١٠)۔

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! آپ مجھ سے ایسی بات بیان فرمائیں جسے میں مضبوطی سے پکڑلوں،آپ نے فرمایا: کہو: میرا رب (معبود حقیقی) اللہ ہے پھر اسی عہد پر قائم رہو، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کو مجھ سے کس چیز کا زیادہ خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: اسی کا زیادہ خوف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت کا حقدار بنائے۔ (آمین)

اداریہ

شراب ومنشیات اورعذاب الٰہی

مدیر

اسلام دین فطرت ہے،اوراس کائنات کا سارا نظام فطرت پر قائم ہے،کھانے پینے سے لیکر رہنے سہنے اور سماجی ومعاشرتی امور سب فطرت کے مطابق چل رہے ہیں،اسی لئے فطری طبیعت اوراسکے تقاضوں کے مطابق ہر انسان نفع بخش اورصحمتند چیزوں کوہی اپنی خوراک اورغذا بناتا ہے،اور نقصان دہ ومہلک چیزوں سے دور بھاگتا ہے، پیارے نبی ﷺ کوبھی اسی فطرت کی تعلیم دی گئی تھی،اسراء ومعراج کے موقع پرآپ کے سامنے جبرئیل امین نے دودھ کے ساتھ شراب کا جام اور پیالہ بھی پیش کیا تو ہمارے نبی علیہ السلام نے شراب کو چھوڑ کر فطرت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دودھ کا پیالہ نوش فرمالیا تھا۔مطلب یہ کہ نقصان دہ اورنشہ آور چیزیں فطرت کے خلاف ہیں اورنفع بخش اورصحمتند چیزیں عین فطرت ہیں..اوریہی اسلام میں حلت وحرمت کا فلسفہ ہے۔اس لئے ہمیں کائنات کے فطری نظام کے مطابق کھانے پینے میں حلال اورنفع بخش چیزوں کو ہی پسند کرنا چاہئے اورنشہ،شراب اوردیگر حرام چیزوں کوفطری طور پر نقصان دہ مانتے ہوئے اس سے دوررہنا چاہئے۔

عن أَبی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أُتِيَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا، ثُمَّ أَخَذَ اللَّبَنَ، فَقَالَ جِبْرِيلُ: الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ، وَلَوْ أَخَذْتَ الخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ۔

ترجمہ :حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کومعراج کرائی گئی تو آپ کو(بیت المقدس کے شہر) ایلیاء میں شراب اور دودھ کے دو پیالے پیش کئے گئے۔آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا پھرآپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔اس پرحضرت جبریل علیہ السلام نے کہا اس اللہ کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے آپ کودین فطرت کی طرف چلنے کی ہدایت فرمائی۔اگرآپ نے شراب کا پیالہ لے لیا ہوتا تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔(بخاری:5576)

مذہب اسلام ہماری جان، مال،عزت وآبرو کے ساتھ ہماری صحت اورعقل وشعور کا بھی محافظ ہے، اوراسکے لئے ہمیں ان تمام چیزوں سے بچنے کاحکم عطافرمایا ہےجن میں کسی بھی طرح کا کوئی نشہ یاعقل میں فتور پیدا کرنے کا مادہ ہو، چنانچہ منشیات، ڈرگس،نشہ کی گولیاں، پاوڈر،اورتمام قسم

کے تمبا کو نیز ہر قسم کی شراب چاہے تھوڑی مقدار ہو یا کم سب کے سب حرام اور ممنوع ہیں اور ہماری صحت اور عقل کے لئے نقصان دہ ہیں۔ پوری دنیا میں شراب، تمباکو اور سگریٹ نوشی سے ہر سال اتنی اموات ہورہی ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ اس لئے ہمیں اپنے عقل وشعور اور صحت وتندرستی کی حفاظت پر توجہ دینی چاہئے، شراب اور ہر قسم کی نشہ آور چیزوں سے دور رہنا چاہئے، یہ دنیا میں بھی ہمارے لئے فائدے مند ہے اور آخرت میں جنت کی نعمتوں اور انواع واقسام کی پاکیزہ شرابوں سے لطف اندوز ہونے کا ذریعہ بھی۔

”عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهماقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :"كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وكُلُّ مُسْكِرٍ حَرامٌ، ومَن شَرِبَ الخَمْرَ في الدُّنْيا فَماتَ وهو يُدْمِنُها لَمْ يَتُبْ، لَمْ يَشْرَبْها في الآخِرَةِ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس نے دنیا میں شراب پی اور وہ اس حال میں مرگیا کہ وہ اس کا عادی تھا، اور توبہ نہ کرسکا تو وہ آخرت میں اسے نہیں پیئے گا۔(صحیح مسلم:2003)

اور یہ دنیائے انسانیت کی بدنصیبی ہے کہ ہر نئے عیسوی سال کی آمد پر تھرٹی فرسٹ کے نام سے بڑے جوش وخروش کے ساتھ جشن منایا جاتا ہے، ناچ گانے اور رنگا رنگ محفلوں کے ساتھ شراب وکباب کی مجلسیں بھی سجتی ہیں، ہمارے بہت سارے مسلمان بھائی بھی اس میں شریک رہتے ہیں اور شیطان کے وسوسوں میں پڑ کر وہ بھی نشہ جیسی خبیث عادت کے شکار ہوجاتے ہیں، حالانکہ انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ شراب اور خمار دین ودنیا، عزت وآبرو اور جان ومال سب کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ ہر برائی اور معصیت کی بنیاد اور جڑ ہے۔ پیارے نبی ﷺ نے تو اسے ام الخبائث قرار دیا ہے، اور اسے ہر برائی کی کنجی اور مفتاح بتایا ہے۔

” عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ:أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ: »لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَر"

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مجھے میرے خلیل ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے۔(ابن ماجہ:3371 بسند صحیح)

اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ قیامت سے پہلے برائیوں اور فحش کاریوں کا دور دورہ ہوگا، گناہوں کی کثرت ہوگی جسکے پاداش میں اس روئے زمین پر اللہ کا عذاب آئیگا، کہیں زمین دھنسا دی جائے گی تو کہیں لوگوں کے چہرے خنزیر وبندر کے چہروں میں تبدیل ہونگے تو کبھی آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی بالخصوص یہ سارے عذاب اور یہ ساری بلائیں اس وقت آئیں گی جب شراب وشباب کی محفلیں سجیں گی، گانے وبجانے میں لوگ مست ومگن ہونگے اور مختلف قسم کی ناچنے وگانے والیاں ان محفلوں میں شرکت

کریں گی اور شراب کے جام و پیمانے بھر کر لوگوں کی بربادی اور اللہ کی ناراضگی کا سبب بنیں گی۔

"عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَتَى ذَاكَ قَالَ إِذَا ظَهَرَتْ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتْ الْخُمُورُ"۔

ترجمہ: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں خسف (دھنسا دئے جانے)، مسخ (چہرے بگاڑنے) اور قذف (پتھروں کے پھینکنے) کا عذاب واقع ہوگا، ایک صحابی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ایسا کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب ناچنے والیاں اور باجے عام ہوجائیں گے اور شراب خوب پی جانے لگے گی۔ (ترمذی:2212)

قارئین کرام! گناہ کی کئی شکلیں اور قسمیں ہیں، مگر کچھ گناہ ایسے ہیں جو اپنی شناعت، قباحت، نقصان اور خطرنا کی کی وجہ سے اللہ کی نگاہ میں اتنے ناپسندیدہ ہیں کہ اللہ تعالی ایسے لوگوں پر جنت حرام کر دیتا ہے، جیسے شراب پینا گناہ کبیرہ ہے مگر ہمیشہ پینا، لت لگا لینا، اور اسکا رسیا ہوجانا یہ مزید لعنت اور اللہ کے غضب کا سبب ہے، آیئے دیکھیں اس کی وجہ سے جنت حرام ہوجاتی ہے، اور بندہ مومن اپنے حقیقی ٹھکانے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما أنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"ثلاثةٌ حرَّمَ اللهُ تبارك وتعالى عليهِم الجنَّةَ: مُدمنُ الخمرِ، والعاقُّ، والدَّيوثُ: الَّذي يُقِرُّ الخبثَ في أهلِهِ"

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین افراد ایسے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام قرار دیا ہے:

1. شراب پر ہمیشگی اختیار کرنے والا۔

2. والدین کا نافرمان، بالکل حقوق کو کاٹ دینے والا۔

3. دیوث آدمی جو اپنے گھر کے اندر برائی کو برقرار رکھتا ہے۔ (مسند احمد:5372 بسند حسن)

آج ہمارے معاشرے میں کتنے ایسے مسلمان ہیں جنھوں نے شراب کی لت لگا کر اپنی اور اپنے بچوں کی زندگیاں تباہ کر رکھی ہیں، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ پورا ماحول خراب ہو رہا ہے، اور ہر طرف برائی و بے حیائی جڑ پکڑ لے رہی ہے۔ خاندان کے خاندان تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور نہ جانے کتنے لوگ اس کی وجہ سے قتل، چوری وغیرہ جیسے گناہوں میں ملوث ہوجایا کرتے ہیں، اور پھر اپنے اور اپنے والدین و اہل خانہ کی رسوائی کا بھی سبب بنتے ہیں۔

اللہ ہمیں اس طرح کے گھناؤنے اعمال اور خطرناک گناہوں سے محفوظ فرمائے، آمین۔

مقام علماء

علماء دین کی عظمت اور ان کی منصبی ذمہ داریاں

شیخ ابورضوان محمدی (استاذ مرکز امام بخاری تلولی، ممبئی)

یہ مقالہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی زیر نگرانی انعقاد پذیر دورۂ تدریبیہ بتاریخ ۲۷ر نومبر ۲۰۲۲ء بمقام جامع مسجد اہل حدیث کپاڑیا نگر میں پیش کیا گیا تھا، افادۂ عام کے لئے اسے ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔

علماء (دین) کی عظمت:

﴿شَهِدَ ٱللَّهُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَأُوْلُواْ ٱلۡعِلۡمِ قَآئِمَۢا بِٱلۡقِسۡطِۚ﴾ [آل عمران:۱۸]

قال ابن كثير : وهذه خصوصية عظيمة للعلماءِ في هذا المقام. (تفسیر ابن کثیر)

اللہ نے اپنی گواہی اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ علماء کی گواہی کا ذکر فرمایا۔ یہ بات علماء کی عظیم فضیلت پر کئی اعتبار سے کھلی دلیل ہے۔ بعض اہل علم نے کہا کہ اگر دنیا میں اہل علم سے بڑھ کر کوئی اور مرتبے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے اور فرشتوں کے بعد ان کا ذکر فرماتا۔ پھر یہ عظیم گواہیاں سب سے عظیم مدلول یعنی توحید پر دی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ توحید کا علم سب سے اعلیٰ علم ہے اور اسے جاننے والے علماء سب سے اونچے درجے کے اہل علم ہیں۔

☆ ﴿إِنَّمَا يَخۡشَى ٱللَّهَ مِنۡ عِبَادِهِ ٱلۡعُلَمَٰٓؤُاْۗ﴾ [فاطر:۲۸]

اہل علم کی یہ عظیم فضیلت ہے کہ رب العالمین خود یہ خبر دے رہا ہے کہ وہی علماء اہل خشیت ہیں۔ خشیت کو اہل علم کے ساتھ مخصوص اور محصور کیا کہ جب وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرتے ہیں، اس کے اسماء وصفات اور اس کے افعال وآیات سے آشنا ہوتے ہیں تو ان کے اندر خشیت الٰہی کا وصف پیدا ہوتا ہے اور جوں جوں اس علم ومعرفت میں اضافہ ہوتا ہے خشیت میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ سید المرسلین اس علم میں علی الاطلاق تمام مخلوق میں سب سے بڑھ کر تھے اس لئے آپ نے فرمایا: **أَمَا وَاللهِ انی لا خشاکم لله واتقاکم له...** (متفق علیہ)

اس تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ خشیت ایسا وصف اور خوبی ہے جو بندگی اور نیکی کی بہت سی خوبیاں پیدا کرتی ہے۔

☆ ﴿فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾ [الانبیاء:۷]

اہل ذکر، علماء کتاب وسنت ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھنے، سوال کرنے اور سیکھنے کا حکم دیا، ان کے اقوال کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرمائی اور اس چیز کو ان کی گواہی کی طرح بتا کر

اتمام حجت کا ذریعہ بنایا۔

☆ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ﴾[النساء:۵۹]

شرح اصول اعتقاد اهل السنة (۱/۷۳) میں امام لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر نقل فرمائی:

(وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ)''يعني: **اهل الفقه والدين واهل طاعة الله الذين يعلمون الناس معانی دينهم ويأمرونهم بالمعروف وينهون عن المنكر فأوجب الله سبحانه طاعتهم على عباده**''

''وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ'' سے مراد وہ اہل فقہ و دین اور اللہ کی اطاعت والے (یعنی علماء باعمل) مراد ہیں جو لوگوں کو دین کے مطالب سکھاتے ہیں، انہیں معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں، چنانچہ اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں پر ان کی اطاعت لازم کردی۔''

امام عطاء، امام مجاہد اور دیگر متعدد علماء نے بھی اولوالامر کی تفسیر، اہل علم اور اہل فقہ سے کی ہے۔ نیز اس سے مراد اربابِ حل وعقد اور حکام وعلماء بھی ہیں۔ (کما ورد فی التفسیر)

قرآن کی ایک دوسری آیت میں **اولوالامر** کی تعبیر کے ساتھ (لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ) کی وضاحت سے ان دونوں مطالب کی توثیق ہوتی ہے، فرمان ہے:

﴿وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ ٱلْأَمْنِ أَوِ ٱلْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِۦ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ لَٱتَّبَعْتُمُ ٱلشَّيْطَٰنَ إِلَّا قَلِيلًا﴾[النساء:۸۳]

ذکر کردہ تینوں آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ علماء دین لوگوں کے لئے مرجع ہیں، لوگوں کے رہنما ہیں، معلّمین اور دعاۃ بھی اصل میں یہی ہیں۔

☆ ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[الزمر:۹]

آیت میں اللہ کی جانب سے اہل علم کی فضیلت اور عظمت کا بیان بالکل واضح ہے کہ علم نہ رکھنے والے لوگ اہل علم کے مساوی اور ہم پلہ نہیں ہوسکتے۔

☆ ﴿يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ﴾[المجادلۃ:۱۱]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا کہ ایمان والے اور علم والے بطورِ خاص درجات کی بلندی پاتے ہیں، چنانچہ جس کا ایمان اور علم دین جتنا بڑھتا جائے گا اس کی شان وعظمت اتنی ہی بلند ہوتی جائے گی۔

قرآن وسنت کی نصوص سے علماءِ حق جو علم کے ساتھ عمل کے زیور سے بھی آراستہ ہوں ان کی عظمتیں اور فضیلتیں بالکل عیاں اور نمایاں ہیں کہ علماء بندوں میں سب سے زیادہ شرف ومقام کے حامل ہیں، وہی حق کے گواہ ہیں، اللہ کے دین کے امین ہیں، اُمّت کی مصلحتوں کے علمبردار ہیں، وہی انبیاء کرام کے وارثین ہیں، دنیا میں اللہ کی حجت ہیں، لوگوں میں سب سے بڑھ کر تقویٰ، خشیت اور قربِ الٰہی کے اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔ وہی اہل ذکر ہیں، اہل شوریٰ ہیں، اربابِ حل وعقد ہیں،

دین کے ائمہ اور قائدین ہیں، کتاب وسنت کے ماتحت وہ واجب الاطاعت ہیں، مرجع خلائق ہیں، وہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اور اللہ کی طرف دعوت دینے کا فریضہ انجام دینے والے ہیں۔ اگر دوسرے یہ کام کریں بھی تو وہ علماء سے بے نیاز نہیں رہ سکتے ورنہ ان کی دعوت میں فائدے سے زیادہ نقصان ہوگا۔

یہاں علماء سے مراد اللہ کی شریعت اور قرآن وسنت کا علم وفہم رکھنے والے لوگ ہیں۔

قرآن اور حدیث کا علم اور اس کا تفقہ اللہ کے نبی ﷺ کا ترکہ ہے جو رب العالمین کی ربوبیت کے تحت انسانوں کی سب سے اہم ضرورت کا انتظام ہے۔ یہ آسمان سے نازل ہونے والا علم وحی ہے۔ نبی صاحب وحی ہیں اور علماء دین اس علم کے وارث۔ اس طرح علماء دین کی عظمت رب حکیم کے مقصدِ تخلیق اور بعثتِ نبوی اور انزال کتب کے ساتھ ساتھ عظمت پیغمبر سے وابستہ ہے۔

☆ علم وحی، دنیا میں غیبیات کے ضروری امور کو صحیح صحیح جاننے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس طرح نبی غیب کی خبر دینے والے ہیں اور نبی کے واسطے سے ان کے وارثینِ علم یعنی علماء دین۔

☆ علم وحی ہدایت ہے، فرقان ہے چنانچہ صاحب وحی اور ان کے وارثین علماء دنیا کو صحیح راستہ کی رہنمائی کرنے والے اور حق و باطل کی پہچان کرانے والے ہیں۔ ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [شوریٰ:۵۲]

☆ علم وحی نور ہے۔ لہٰذا اس کے حاملین نور کے حاملین ہیں، دنیا کو روشنی درکار ہے تو اسے علماء دین کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

☆ علم وحی، روح اور ہدایت ہے۔ ہدایت سے محرومی انسان کے لئے موت ہے۔ اس کی اصل روحانی زندگی وحی کے مادۂ حیات سے ہی ممکن ہے، اس مادۂ حیات کا مخزن علماء حق ہی ہیں۔

☆ علم وحی، رحمت ہے، شفا ہے۔ ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ﴾ [الاسراء:۸۲] زحمتوں کی شکار دنیا کو اور بیمار افراد و معاشرے کو سایۂ رحمت اور نسخۂ شفا کی جستجو میں صرف اور صرف علمبردارانِ وحی ربانی کو یعنی علماء ربانیین کو تلاش کرنا چاہئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح کے کتاب العلم میں یوں ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں:

باب فضل العلم وقول الله تعالى ﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [المجادلۃ: ۱۱] **وقوله عزو جل** ﴿رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [طٰہٰ:۱۱۴]

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس ترجمہ کی شرح میں کہتے ہیں: ''اللہ کا ارشاد ﴿رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ علم کی فضیلت میں واضح دلیل ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو علم کے علاوہ کسی بھی چیز میں زیادتی طلب کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اور علم سے مراد ہے: شریعت کا علم، جو بندۂ مکلف کو بتاتا ہے کہ دینی لحاظ سے عبادات و معاملات میں اس پر کیا کیا فرض ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کا علم اور یہ علم کہ اللہ کے احکامات کو انجام دینے کے لئے اور اسے ہر نقص اور عیب سے پاک اور منزہ ماننے کے لئے کیا کچھ لازم اور ضروری ہے۔ ان سب باتوں کا دارومدار تفسیر، حدیث اور فقہ کے علم پر ہے۔ (فتح

الباری:۱/ ۱۴۱)

اسی طرح امام بخاری نے باب قائم کیا: ''**باب من یرداللہ به خیراً یفقهّه فی الدین**''اس بات کا باب کہ اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی فہم اور فقاہت سے نوازتا ہے۔'' پھر اپنی سند سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی، انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے کہا میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''**من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین وانما انا قاسم، واللہ یعطی ولن تزال هذه الأمة قائمةً علی أمراللہ لا یضرّهم من خالفهم حتی یأتی أمراللہ**۔ (فتح الباری:۱/ ۱۶۴)

ساتھ ہی حدیث میں یہ بھی بتایا کہ قیامت تک دین کے محافظین، نگراں اور اس کا دفاع کرنے والے یہی اہل الحدیث ہوں گے یعنی دین پر قائم رہنے والا اور اس کا محافظ گروہ اہل علم کا طائفہ ہی ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہ بات بالجزم فرمائی کہ طائفہ منصورہ سے مراد آثار واحادیث کا علم رکھنے والے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: کہ اگر وہ طائفہ اہل الحدیث کا نہیں ہے تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟ (فتح الباری:۱/ ۱۶۴) **والاثر الوارد عن الامام احمد اخرجه الحاکم فی علوم الحدیث والخطیب البغدادی فی شرف اصحاب الحدیث بطرقٍ متعددة۔ وقال عنه ابن حجرؒ اخرجه الحاکم فی علوم الحدیث بسندٍ صحیح۔** (الفتح:۱۳/ ۲۹۳)

علامہ ابن حجر مزید رقمطراز ہیں: ''حدیث کا مفہوم مخالف، یہ ہے کہ جس شخص کو دین کی سمجھ اور فقہ حاصل نہیں ہوتی یعنی اس نے دین کی بنیادوں اور اس کی متعلقہ فروع اور احکام کا علم حاصل نہیں کیا تو وہ خیر سے محروم ہے۔ امام ابویعلیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ایک دوسرے ضعیف طریق سے روایت کیا ہے جس کے آخر میں یہ زیادتی ہے: (**ومن لم یتفقه فی الدین لم یبال اللہ به**) اور جس نے دین کی سمجھ حاصل نہیں کی اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ سند تو ضعیف ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔ اس لئے کہ جس شخص نے اپنے دینی امور کو نہیں جانا وہ فقیہ نہیں ہے اور نہ فقہ وفہم کا طلبگار رہے۔ لہٰذا اس کے متعلق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ اس میں کھلا بیان ہے کہ علماء تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں اور دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) دیگر تمام علوم کے مقابل افضل ہے''۔ (فتح الباری:۱/ ۱۶۵)

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''علماء ہی انبیاء علیہم السلام کے وارثین ہیں۔ ان کے لئے سمندر کی مچھلیاں مغفرت طلب کرتی ہیں، فرشتے اپنے بازو بچھاتے ہیں، بروز قیامت، انبیاء کرام کے بعد، علماء (باجازت رب) سفارش کریں گے۔ ان علماء کی مجلسیں حکمت و دانائی کا فائدہ دیتی ہیں۔ ان کے اعمال وکردار، اہل غفلت کے لئے قدغن اور تازیانہ بنتے ہیں۔ ان کے اعمال سے اہل غفلت کو تنبیہ اور سیکھ ملتی ہے۔ وہ فضیلت میں عبادت گزار لوگوں سے بڑھ کر ہیں اور درجے میں زاہدوں سے کہیں بلند مقام والے ہیں۔ ان کی زندگی غنیمت ہے، ان کی موت مصیبت ہے۔ وہ غافل کو جھنجھوڑتے ہیں، جاہل کو علم سکھاتے ہیں، ان سے شر وفساد کی توقع نہیں کی جاتی اور ان کی طرف سے

برائی اور پریشانی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔فرمانبردار لوگ اپنے باہمی اختلاف ونزاع میں علماء کی حسن تادیب کا لحاظ رکھتے ہیں۔اعمال میں کوتاہی کرنے والے ان کی اچھی نصیحت سے اصلاح پاتے ہیں۔ساری مخلوق ان کے علم کی محتاج ہے، صحیح اور درست آدمی اپنے مخالف پر ان کے ذریعے تائید اور حجت پاتا ہے۔تمام لوگوں پر ان کی اطاعت لازم ہے اور ان کی نافرمانی حرام۔جو ان کی بات مانے وہ صحیح راہ پا گیا اور ان کا مخالف، بھٹک گیا۔ مسلمان حکام کے ساتھ کوئی مشتبہ اور مشکل امر پیش آجائے جس میں وہ توقف کرنے پر مجبور ہوں تو ایسی صورت میں علماء کے قول پر عمل کرتے ہیں اور ان کی رائے سے فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ مسلمان قاضیوں کو جن فیصلوں میں مشکل اور اشکال درپیش ہو تو وہ بھی علماء کے قول پر فیصلہ اور حکم دیتے ہیں اور انہی پر اعتماد کرتے ہیں۔چنانچہ علماء، بندوں کے چراغ اور شہروں کے مینار ہیں۔نیز وہ امت کے قوام ہیں۔حکمت کے سرچشمے ہیں، شیطان کے لئے غیظ وغضب ہیں۔ان کے ذریعے اہل حق کے قلوب زندگی پاتے ہیں، اہل باطل کے قلوب مر مٹتے ہیں، زمین میں ان کی مثال آسمان کے ستاروں جیسی ہے جن سے بحر وبَر کے اندھیروں میں راستے ملتے ہیں۔جب ستارے چھپ جائیں یا بے نور ہو جائیں تو لوگ حیران وسرگرداں ہوتے ہیں اور جب ان سے تاریکی چھٹتی ہے تو وہ دیکھ پاتے ہیں''۔(اخلاق العلماء للآجری:ص ۱۴-۷)

امام ابن قیم رحمہ اللہ علماء کی عظمت شان بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ کے نزدیک مخلوق کے مقامات ودرجات میں سب سے زیادہ فضیلت والا مرتبہ رسالت و نبوت کا مقام ہے۔ اللہ فرشتوں میں سے اپنے رسول چنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی، اور وہ لوگ اللہ کے یہاں، ساری مخلوق میں سب سے افضل کیوں کر نہ ہوں جنہیں خود اللہ نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ اور نمائندہ بنایا ہے تاکہ یہ واسطے اللہ کے پیغامات وتعلیمات کو پہنچائیں، اس کے اسماء وصفات کی معرفت، اس کے احکامات کی تعلیم دیں، اس کی پسند اور ناپسند یعنی اللہ کو راضی کرنے والے امور اور ناراض کرنے والے امور سے لوگوں کو باخبر کریں، اس کے ثواب وعتاب کو سمجھا دیں۔ اللہ نے ان رسولوں کو اپنی وحی کے شرف سے خصوصیت بخشی اور اپنے فضل وکرم کی خصوصی نوازش فرمائی۔ بندوں کی طرف اپنی رسالت کے لئے ان کو پسند اور منتخب فرلیا اور انہیں تمام جہانوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ نفوس والے، سب سے بلند اخلاق والے، سب سے کامل علم اور مکمل عمل والے، سب سے اچھے اخلاق والے لوگوں کے دلوں میں سب سے زیادہ محبت وقبولیت والے، اور برائی، عیب اور پست اخلاق میں سب سے بڑھ کر پاک دامن بنایا، ان رسولوں کے بعد تمام انسانوں کے مراتب میں سب سے زیادہ شرف والا مرتبہ امت میں ان کی خلافت و نیابت کا مرتبہ قرار دیا (یعنی ان کے جانشین علماء کا مرتبہ) اس لئے کہ یہ علماء رسولوں کے مناہج اور طریقوں میں ان کی نیابت کرتے ہیں۔ یہ علماء انبیاء ورسل کی نیابت کرتے ہوئے (اور ان کے وظائف و ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے) امت کی خیر خواہی کرتے ہیں۔ گمراہ کو راستہ بتاتے ہیں، جاہل کو علم سکھاتے ہیں، مظلوم کی مدد کرتے ہیں، ظالم کا ہاتھ پکڑتے ہیں، معروف (نیکی) کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں، لوگوں کو منکرات اور

برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی ان سے بچتے ہیں، اور اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں حکمت کے ساتھ، اعراض کرنے والوں اور غفلت شعار لوگوں کو اچھی نصیحت (موعظت حسنہ) کے ساتھ اور عناد وہٹ دھرمی رکھنے والے معارضین سے احسن طریقے سے جدال کر کے فریضہ دعوت انجام دیتے ہیں۔ غرض یہ رسولوں کے متبعین اور نبیوں کے وارثین کی شان ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى﴾ [یوسف:۱۰۸]'' (مفتاح دارالسعادۃ لابن القیم، ص: ۲۹۲، ۲۹۳)

اسی کتاب کے دوسرے مقام پر علامہ ابن قیم رحمہ اللہ علماء ربانیین کے تئیں امت کی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''یقیناً علماء، انبیاء کے ورثہ ہیں۔ یہ بات اہل علم کے حق میں سب سے عظیم منقبت اور تعریف ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کرام مخلوق میں سب سے بہتر لوگ ہیں چنانچہ ان کے وارثین ان کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور چونکہ وراثت چھوڑنے والے ہر شخص کی میراث اس کے وارثین کی طرف منتقل ہوتی ہے اور یہ علماء ہی ہیں جو انبیاء کے بعد ان کی رسالت وتعلیم کی تبلیغ میں ان کے قائم مقام ہوتے ہیں (ان کی ذمہ داری کو آگے بڑھاتے ہیں) لہٰذا یہی (علماءِ دین) ان کی میراث کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس بیان میں یہ آگاہی بھی شامل ہے کہ علماءِ دین تمام لوگوں کے مقابل اپنے موروث یعنی پیغمبر سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ جس طرح میراث نبوت یا وراثت نبوی ثابت ہے اس سے علماء کی یہ قربت اور قرابت واضح ہے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے۔ نیز اس بیان میں امت کے لئے یہ ہدایت اور حکم بھی ہے کہ لوگ علماء کی اطاعت و احترام اور ان کی عزت وتوقیر کریں اس لئے کہ یہ علماء ان لوگوں کے وارث ہیں جن کے امت پر یہ (اطاعت، احترام وتوقیر) بعض حقوق ہیں۔ علماء ان حقوق میں بھی ان کے جانشین ہیں۔ اس بیان میں یہ آگاہی بھی ہے کہ علماء سے محبت کرنا دین کا حصہ ہے اور ان سے بغض اور نفرت کرنا دین کے منافی ہے جیسا کہ یہ بات ان کے وارث بنانے والے (رسول) کے حق میں ثابت ہے۔ (مفتاح دارالسعادۃ/ ابن القیم: ص۲۶۱، ۲۶۲)

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''علماء اور امراء (حکام) کا احترام کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس میں شریعت کا تحفظ ہے اور اس لئے کہ علماء شریعت کے حامل وعلمبردار ہیں۔ جب ان کی شخصیت کا احترام نہیں ہوگا تو ان کے اقوال کا احترام اور پاس بھی نہیں رہ جائے گا۔ اسی طرح امراء وحکام شریعت کے محافظین ہیں، یعنی امت میں ان کو نافذ کرنے والے۔ چنانچہ جب ان کا احترام نہیں ہوگا تو یہ چیز ضائع ہو جائے گی یعنی امت میں شریعت کا نفاذ۔ نتیجے میں لاقانونیت اور نراجیت پھیلے گی''۔ (وصایا وتوجیہات الطلاب العلم، ص ۴۰۴)

علماء دین کی منصبی ذمہ داریاں:

گزشتہ سطور میں عنوان کے پہلے حصے پر کچھ معروضات آئیں۔ اس حصے کی ضرورت عوام کو ہے خصوصاً موجودہ ماحول میں، جب کہ شبہات وشہوات کے فتنوں کی یلغار ہے اور خارجی سازشوں اور داخلی کوتاہیوں نیز الحاد وبے دینی اور مادہ پرستی کے غالب ہوتے رجحانات نے ''علماء دین'' کی حیثیت کو بطورِ خاص

نشانہ بنایا ہے اور شدید طور پر ان کے مقام و مرجعیت کو مجروح کیا ہے۔ تحریکی افکار جو دین پسندی کے لباس میں خارجیت، رافضیت، اباحیت اور مختلف قسم کے انحرافات کے ساتھ اقتدار پسندی اور دنیا داری کی گھناؤنی منظم کوشش ہے اور جو اسلام دشمن خارجی افکار سے مرعوب ہے اور عالمی طاقتوں کے مسلم مخالف ایجنڈے اور منصوبے سے متاثر ہے ان کی آلۂ کار ہے۔ یہ طبقہ منہج توحید کو بطورِ خاص نشانہ بناتا ہے اور ان میں بھی علماء توحید وسنت کی تحقیر وتخفیف ان کے عزائم ومقاصد کی تکمیل کا اہم ذریعہ ہے۔ انہوں نے خوب پھیلایا کہ علماء دین فرسودہ خیال ہیں، فقہ الواقع یعنی حالات اور ان کے تقاضوں سے ناواقف ہیں۔ علماء دعوت وتبلیغ کا کام نہیں کرتے (حالانکہ جو لوگ قرآن وسنت کی جتنی فہم رکھیں گے وہ حالات اور تقاضوں کے سب سے زیادہ جانکار اور نباض ہوں گے، وہی حقیقی دعاۃ اور مبلغین اور معلّمین خیر ہوں گے) اسی طرح وہ (مخالفین اور منحرفین) کہتے ہیں کہ علماء اہل اقتدار کے پٹھو ہیں، چاپلوس اور بزدل ہیں، یہ محض حیض ونفاس کے علماء ہیں...وغیرہ۔ یہاں بطور جملۂ معترضہ یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ اہل باطل اور اہل انحراف کی طرف سے علماء حق کی تحقیر، کردارکشی، چھینٹاکشی، تنابز بالالقاب اور بے بنیاد باتیں بھی ایک طرح سے انبیاء کی وراثت کا حصہ ہے۔

قيل ان الا له ذو ولد
قيل ان الرسول قد كهن
ما نجا الله ورسوله معاً
من لسان الورى فكيف انا

القصہ علماء کی تحقیر اہل باطل کے ایجنڈے میں شامل ہے اس لئے کہ مسلمان نسل کا شکار اس کے بغیر ممکن نہیں کہ وہ اہل علم اور علم سے یعنی منہج حق کی تعلیم وتربیت سے دور ہوجائیں۔ مخالفین آج اپنے اس منصوبے میں کافی حد تک کامیاب ہیں اور نتیجے میں شہوات وشبہات کے فتنوں نے دھاوا بول دیا ہے چنانچہ الحاد، بے دینی اور فکری وعملی انحرافات کی زَد میں آکر مسلمانوں کی نئی نسل کا ایک بڑا طبقہ جن میں اہل حق بھی شامل ہیں، نعمت ہدایت سے ہاتھ دھوتا جارہا ہے۔ بہت سے لوگ حق سے دور ہی نہیں حق کے مخالف اور بطورِخاص علماء حق کے دشمن بنتے جارہے ہیں۔ علماء کرام کی ذمہ داریوں میں اس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کا علاج کرنا بھی شامل ہے۔ چنانچہ منصبی ذمہ داریوں کا پہلو موجودہ حالات میں زیادہ اہم، ضروری اور توجہ طلب بن جاتا ہے۔ لہٰذا اہل علم کو اپنی ذمہ داریوں کے تئیں انتہائی سنجیدہ ہونا چاہئے، اس پہلو کو نظر انداز کرنا، سرسری طور سے گزر جانا، ایک سنگین جرم ہوگا۔ اور امت کو بطورِخاص اہل حق کو مزید خرابیوں اور ہلاکت خیز مصیبتوں میں مبتلا کرنے کا سبب ہوگا اور سب سے بڑھ کر اللہ رب العالمین کے یہاں مسئولیت اور باز پرس کا اندیشہ یقینی بن جائے گا۔

علماء دین کی منصبی ذمہ داریاں، انبیاء کی وراثت سے ظاہر ہیں کہ جب وہ علم نبوت کے وارث ہیں اور اس کے ماتحت عزت واحترام، توقیر وفرمانبرداری میں بھی حصہ دار ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ علماء اپنے موروث انبیاء کے وظائف اور ذمہ داریوں کے بھی وارث، حصہ دار اور مکلف ہیں۔

آیئے نبوی وظائف وذمہ داریوں پر نظر ڈالیں جو ان کے وارثین کی منصبی ذمہ داریاں بنتی ہیں۔

اعمالِ نبوت بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے: ﴿يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ﴾[الجمعۃ:۲]

آیت میں یہ ذمہ داریاں ہیں:

☆ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنانا، یعنی تلاوتِ آیات۔

☆ لوگوں کا تزکیہ، یعنی شرک، کفر، بدعات وخرافات، باطل افکار، برے اخلاق اور غلط اقوال وافعال سے پاک کر کے توحید وایمان، سنت اور صحیح فہم وعمل کا خوگر بنانے کی کوشش کرنا۔

☆ الکتاب والحکمۃ، یعنی قرآن وسنت کی تعلیم دینا جن میں کتاب سنت کے مخالف امور کا رد بھی شامل ہے۔

☆ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ...﴾[الاحزاب:۴۵-۴۶]

نبی ﷺ کو گواہ بنایا گیا، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا نیز روشن چراغ بنایا گیا۔

لہٰذا نبی ﷺ کے وارثین کی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے گواہی دیں، بشارت وانذار کا وظیفہ ادا کریں اور دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دے کر لوگوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا روشن چراغ بنیں۔

ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں صاحب نبوت کے اختیار کردہ آداب، احکام اور اخلاق کو حتی الامکان اختیار کریں اور بروئے کار لائیں کہ حکمت کے تمام پہلوؤں کو ملحوظ رکھیں، موعظت وجدال احسن کا مقام سمجھیں اور استعمال کریں۔ رفق اور نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی برتیں۔ نبی ﷺ کے خلق عظیم، تقویٰ، خشیت، محنت، صبر اور عبادات کو اپنا ہتھیار اور قوت بنائیں۔

☆ ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ﴾[الانبیاء:۱۰۷]

علماء پر بھی لازم ہے کہ وہ لوگوں کے لئے رحمت کا باعث بنیں۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرے میں علماء کا کردار (اور ذمہ داری) عظیم کردار ہے، اس لئے کہ وہ رسولوں کے جانشین اور نائبین ہیں۔ یہی علماء لوگوں کے بگاڑ وفساد کی اصلاح کرتے ہیں اور لوگوں کو خیر وبھلائی کی طرف موڑنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے بتایا کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں" (ابوداؤد برقم ۳۶۴۱، ترمذی برقم: ۲۶۸۲ وابن ماجہ برقم ۲۲۳)

اب اہل علم پر واجب ہے وہ لوگوں کے معاملات کو سدھارنے اور ان کا رخ اچھائیوں اور نیکیوں کی طرف پھیرنے کے لئے بھرپور محنت کریں، لوگوں کو معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں، اور تکالیف پر صبر کریں، اللہ کے ان فرامین پر عمل کریں کہ: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ﴾ [فصلت:۳۳] اور اس فرمان پر: ﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ۖ وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ۚ﴾[نحل:۱۲۵] اور اللہ کے اس ارشاد پر: ﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ﴾[یوسف:۱۰۸]

علماء، امّت کے طبیب اور معالج ہیں، افرادِ امّت کی فکری

گمراہیاں، عملی انحرافات، شبہات وشہوات بیماریاں ہیں ان بیماریوں کی تشخیص کرنا اور مشفق و ہمدرد معالج کی طرح ان کا صحیح اور تیر بہدف (شرعی اصولوں کے مطابق) علاج کرنا، علماء کی ذمہ داری اور دینی فریضہ ہے۔ **"كلكم راعٍ وكلكم مسئول عن رعيته"۔(الحديث)**

معاشرے پر واجب ہے کہ لوگ علماء کو ان کا مقام اور قدر عطا کریں، ان کی توجیہات اور نصیحتوں پر عمل کریں، علماء کی طرف سے دفاع کرنے، ان کی غیبت سے پرہیز کرنے اور ان کی عزتوں کی حفاظت کرنے پر کمر بستہ رہیں۔ یہاں کوئی بھی عالم معصوم نہیں ہے، لغزشیں اور غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، چنانچہ جب غلطی یا لغزش ہو جائے تو علماء کا فرض ہے کہ وہ خوش اسلوبی اور شگفتہ بیانی سے ایک دوسرے کو تنبیہ کریں تاکہ غلطی کا ازالہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر و غالب کر دے۔ (مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعۃ: ۷/ ۱۲۷)

یہ علماء ربانیین ہی ہیں جو دین کے محافظ ہیں اور اس ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے وہ غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی گروہ بندی اور جاہلوں کی فاسد تاویلات اور غلط معنیٰ آرائی کی تردید کرتے ہیں، اللہ کی کتاب میں اختلاف کرنے والوں، قرآن کی مخالفت کرنے والوں، اللہ پر اور اللہ کے بارے میں اور کتاب اللہ کے بارے میں بلا سند اور بغیر علم کے کلام کرنے والے نیز متشابہات کے ذریعے کلام کر کے جاہل عوام کو دھوکہ اور فریب دینے والوں، لوگوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے والوں اور بدعات وخرافات اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے والوں کا دندان شکن جواب دیتے ہیں اور شریعت مطہرہ کو آلودگی اور آمیزش سے پاک رکھتے ہیں اور گمراہ کن فتنوں سے لوگوں کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول ہے: **"الملائكة حراس السماء وأصحاب الحديث حراس الأرض"** (شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی: ص ۲۵)

فرشتے آسمان کے پہرے دار اور نگراں ہیں اور اصحاب الحدیث زمین کے پہرے دار ہیں۔

عرب عالم شیخ عبداللہ بن محمد حسین صغیر الحشمی اپنی کتاب **تحذير سفهاءِ الاحلام من الطعن فى الائمة الاعلام** میں **"بعض اوصاف علماءِ السنه"** علماءِ سنت کے چند اوصاف کے زیر عنوان چند نکات پیش کئے ہیں، میں یہاں ان نکات کو کچھ الفاظ میں تصرف کے ساتھ علماء دین کی ذمہ داری کے طور پر پیش کر رہا ہوں، وہ اس طرح ہیں:

☆ علماءِ سنت انبیاء کرام علیہم السلام کے وارثین ہیں۔

☆ علماءِ سنت، گمراہی کے اندھیروں میں روشنی کے چراغ ہیں۔

☆ علماءِ سنت ہی ہیں جو لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور انہیں گمراہی اور ہلاکت سے ڈراتے اور بچاتے ہیں۔

☆ علماءِ حق وسنت ہی ہیں جو تمام لوگوں کو اللہ کی توحید اور اس کے لئے اخلاصِ عبادت کی دعوت دیتے ہیں اور شرک کی تمام قسموں اور شکلوں سے ہوشیار کرتے ہیں۔

☆ علماءِ سنت ہی ہیں جو قول میں، عمل میں، اعتقاد و منہج میں پوری طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی تعلیم وتلقین کرتے ہیں۔

☆ علماء حق ہی ہیں جو اہل بدعات اور اہل اہواء کے باطل افکاروخیالات اوران کے منحرف مناہج کی تردید کرتے ہیں۔

☆ یہی علماء سنت ہیں جو غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی تفرقہ پردازی اور جاہلوں کی تاویلات فاسدہ کا دین سے دفاع کرتے ہیں۔

☆ علماء سنت ہی لوگوں کو اسلام کے ارکان اور دین کے شعائر کی تعلیم دیتے ہیں۔

☆ علماء سنت لوگوں کے سامنے حلال اور حرام کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

☆ علماء سنت لوگوں کو پیش آمدہ مسائل میں مدلل فتوے دیتے ہیں جیسے طلاق ورجعت کے معاملات اور دیگر مسائل۔

☆ علماء سنت ہی ہیں جو امّت کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر اکٹھا ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور فرقہ بندی واختلاف سے روکتے اور ڈراتے ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیں یہ اہل حق علماء کی خصوصیات وامتیازات بھی ہیں اور اس سے پہلے ان کی منصبی ذمہ داریاں ہیں)

☆ علماء سنت ہی ہیں جو دین میں داخل کردہ حزبیات وگروہ بندی اور اجنبی مناہج سے ڈراتے اور بچنے کی تنبیہ کرتے ہیں۔

☆ علماء سنت کتاب وسنت کو مضبوط تھامنے کی دعوت وتلقین کرتے ہیں اور خواہشات اور شیطان کی پیروی سے سرزنش کرتے ہیں۔

☆ علماء سنت ہیں جو امّت کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حکام اور اُولوالامر کی اللہ کی نافرمانی کے علاوہ تمام اُمور میں سمع وطاعت کریں اور مسلمانوں کے حاکم کے خلاف خروج اختیار کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ خروج اور مخالفت قول سے ہو یا فعل سے۔(بحکم شرع وہ اس سے منع کرتے ہیں)

☆ علماء سنت اپنے اوقات کو فارغ کرتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو افتاء، درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور توجیہ وتلقین کی شکلوں میں نفع بخش تعلیم دیں۔

☆ علماء سنت کی ذمہ داری اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دعوتِ دین کے عمل میں نبی ﷺ کے منہج پر چلتے ہیں، دعوت کا آغاز توحید سے کرتے ہیں اور الاھم فالاھم (یعنی سب سے اہم پھراس کے بعد سب سے اہم) کی ترتیب اختیار کرتے ہیں۔

قارئین کرام! ان بیان کردہ علماء کی عظمت شان اور ذمہ داریوں کے تناظر میں موجودہ حالات کا جائزہ لیں اور محاسبہ کریں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ معاشرے کی عملی زندگی میں علماء کی قدر ومنزلت مجروح ہے اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کا پہلو انتہائی ناقص اور کمزور ہے اور دن بدن علماء دین کا وسیع دائرۂ عمل سمٹتا اور محدود ہوتا جارہا ہے۔

علماء اہل ذکر ہیں، اربابِ حل وعقد اور اصحابِ شوریٰ ہیں مگر جماعت وجمعیت کے اجتماعی ڈھانچوں میں علماء دین کی شمولیت اور حیثیت کیا ہے؟ ان کی قیادت ومرجعیت کا حال کیسا ہے؟ دینی مراکز اور مساجد ومدارس کے انتظام وانصرام میں علماء کی حصہ داری دوسروں کے مقابلے کتنی ہے؟ دعوت وتبلیغ کے میدان میں علماء دین کو قائد اور مرجع ہونا چاہئے۔ دوسروں کے لئے رہنما اور سرپرست ہونا چاہئے جب کہ دعوت واصلاح کے میدان میں غیر مستند افراد کا عمل دخل اور اثر ورسوخ بڑھتا جارہا ہے اور نتیجے

میں علماء کی تخفیف، افتاء، درس اور رہنمائی کے معاملات میں عوام کا علماء سے ربط وضبط کم سے کم تر اور کمزور سے کمزور تر ہوتا جا رہا ہے جو بجائے خود بہت سارے نقصانات کا سبب اور فتنوں کو دعوت دینے والی چیز ہے۔

احادیث صحیحہ میں علماء کے اٹھنے سے علم کے اٹھائے جانے کا بیان ہے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ قلت علماء کے ساتھ ان کی ناقدری اور ان کے منصب پر دوسروں کو بٹھا کر **اتخذ الناس رؤوساً جہالا** کا فتنہ بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

چنانچہ جہالت غالب ہو رہی ہے اور فتنوں کے راستے کھل رہے ہیں، شیاطین الانس والجن مسلم معاشروں کی نئی نسل کا آسانی سے شکار کر رہے ہیں، لہٰذا الحاد، بے دینی، ارتداد، انکار حدیث، خارجیت، رافضیت، صحابۂ کرام پر طعن وتشنیع، قرآن کی تحریف، عقائد ومناہج کے انحرافات، فکری، عملی گمراہیاں، اخلاقی پستیاں، ہر شر اور فساد اپنے ہاتھ پیر پسار رہا ہے اور اپنے اثرات بڑھا رہا ہے۔ اس کا جواب دہ کون ہے؟

یقیناً، سب سے زیادہ فضیلت والے سب سے بڑی ذمہ داری والے بھی ہیں اس لئے اولین جواب دہی علماءِ دین کی ہے۔ ہمیں انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ کیا اپنی تمام ذمہ داریوں سے پہلوتہی کے لئے عدم استطاعت کا عذر کافی ہے؟ سچ ہے کہ علماءِ دین اپنی کئی ذمہ داریوں کو نبھانے سے قاصر ہیں لیکن کیا اصلاحِ حال کے لئے کچھ بھی کرنے کی طاقت نہیں؟ ایک غیر مستند داعی اپنا دعوتی حلقہ بنا سکتا ہے۔ دنیاوی امور کے جانکار، جماعت و جمعیت میں، اداروں میں، مساجد و مدارس میں اپنا رسوخ بنا سکتے ہیں تو کیا علماءِ دین اپنے دائرۂ عمل میں اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا راستہ نہیں بنا سکتے؟ کیا علماءِ دین آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کر کے، دینی اصولوں اور دائرے میں، اپنا اثر و رسوخ بڑھا نہیں سکتے؟ نئی نسل کے نوجوان بچّوں اور بچیوں سے دوری کا فاصلہ ختم کیا کم نہیں کر سکتے؟ سوچیں کہ مخالف کوششوں اور منصوبوں سے متاثر ہو کر جو لوگ گمراہیوں اور انحراف کی طرف جا رہے ہیں ہم ان کے تئیں اللہ کے یہاں کس طرح جواب دیں گے؟ اور عہدہ برآ ہوں گے؟

علم وحی کی ذمہ داریوں اور کارِ نبوت کے بوجھ سے نبی کریم ﷺ کی کمر ٹوٹی جا رہی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے خود: ﴿ٱلَّذِىٓ أَنقَضَ ظَهْرَكَ﴾ [انشرح:۳] کے فرمان سے ذکر فرمایا ہے، نیز رحمۃ للعالمین اپنی ذمہ داریوں اور امّت کی فکر میں گھلے جاتے تھے، بے چین رہا کرتے تھے (**کما ذکر اللہ تعالیٰ:** ﴿فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ ...﴾ الآیۃ اور ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم ...﴾ الآیۃ، جیسے ارشادات سے واضح ہے) تو کیا علم نبوت کے علمبرداران وارثینِ رسول ﷺ کو اس کمر توڑ بوجھ کا احساس نہیں ہونا چاہئے؟ کیا وارثین اپنے موروث (رسول) سے ان کی فکر اور بے چینی کا حصہ نہیں لیں گے؟

جمعیت کے ذمہ داروں اور تمام علماء سے گزارش ہے کہ للہ سنجیدگی سے اور منظم طریقے سے غور کریں، (لازمی طور پر بقدر امکان علماء اور ائمہ کے مسائل کا حل بھی ڈھونڈیں) مفید لائحۂ عمل ترتیب دیں اور اپنی ذمہ داریوں کی طرف پیش قدمی کریں ورنہ ہم تباہی کی طرف رواں دواں ہیں۔

مقام سنت

حدیث کی تشریعی حیثیت اوراس کا انکار ایک مختصر جائزہ

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو تمام شعبہ ہائے حیات میں کامیاب عملی راہنمائی کا نظام ہے، اس کی اساس دو اہم چیزوں پر ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، اور یہ دونوں ہی الہامی ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ کتاب اللہ وحی متلو ہے، اور سنت وحی غیر متلو۔لیکن شرعی امور کے اثبات وانکار میں دونوں کا مقام ایک ہی ہے، اور واجب الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ﴾ [سورہ نجم: ۳-۴] ''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اتاری جاتی ہے''۔

اللہ نے قرآن مجید کے اندر حدیث اور سنت کو لفظ "حکمۃ" سے تعبیر کیا ہے، اور اس کا تذکرہ قرآن کے معا بعد کر کے اس کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے اور یہ بتلا دیا ہے کہ حدیث رسول بھی احکام واوامر میں مثل قرآن ہے۔

چند آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) ﴿رَبَّنَا وَٱبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [بقرہ:۱۲۹]

''اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے یقینا تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے''۔

(۲) ﴿كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا۟ تَعْلَمُونَ﴾ [بقرہ:۱۵۱] ''جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے''۔

(۳) ﴿وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِۦ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ﴾ [بقرہ:۲۳۱] ''اور اللہ کا احسان جو تم پر ہے یاد کرو اور جو کچھ کتاب وحکمت اس نے نازل فرمائی ہے جس سے تمہیں نصیحت کر رہا ہے اسے بھی، اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ اللہ تعالی ہر چیز کو جانتا ہے''۔

(٤) ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِي ضَلَٰلٖ مُّبِينٍ ﴾[آل عمران:۱۶۴] ''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعال کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ یقینا یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

(۵) سورہ جمعہ آیت: ۲ کے اندر اللہ نے فرمایا:﴿هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِي ضَلَٰلٖ مُّبِينٖ﴾[جمعہ:۲] ''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقینا یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

قرآن مجید کی ان متعدد آیات میں لفظ **"حكمة"** سے حدیث وسنت ہی مراد ہے جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں **"الحكمة أى السنة"** حکمت سے مراد سنت ہے (تفسیر طبری ۷۷/۳)۔

اور ناصر السنۃ امام شافعی اپنی کتاب "الرسالہ" کے اندر ان تمام آیات کو ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

"فذكر الله الكتاب، وهو القرآن، وذكر الحكمة، فسمعت من أرضى من أهل العلم بالقرآن يقول: الحكمة سنة رسول الله "اللہ نے کتاب کا ذکر کیا اور وہ قرآن ہے، اور حکمت کا ذکر کیا، میں نے قرآن کے ان اہل علم سے جنہیں میں پسند کرتا ہوں یہ سنا کہ حکمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہی ہے۔ (الرسالہ ص ۷۸ تحقیق وشرح احمد شاکر)۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث کو مثل قرآن قرار دیا ہے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

"الا إنّي أُوتيتُ الكِتاب، وَمِثْلَهُ معه" لوگو! یاد رکھو مجھے قرآن اور اس کے مثل ایک اور چیز دی گئی ہے۔ (سنن ابی داؤد، ح:۴۶۰۴)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: " حدیث رسول بھی احکام و اوامر میں مثل قرآن ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو باتیں قرآن میں نہیں ان کو تشریعی حیثیت میں بیان کرتے ہیں۔ (بحوالہ عون المعبود شرح سنن ابی داود ۳۵۵/۱۲ دار الفکر بیروت)

اور علامہ خطابی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"وفي الحديث دليل على أن لا حاجة بالحديث أن يُعرَض عَلَى الكِتابِ وَأَنّه مهما ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم شيء كان حَجَّةً بنفسه فأما ما رَوَاهُ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ قَالَ إِذَا جَاءَكُمْ الحديث فَاعْرِضُوهُ على كتاب الله فإن وافقه فخذوه فإنه حديث باطل لا أصل له"۔

(عون المعبود شرح سنن ابی داود ۳۵۶/۱۲ دار الفکر بیروت)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حدیث کو کتاب قرآن مجید پر پیش کرنا ضروری نہیں ہے اور جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ثابت ہوگیا تو وہ فی نفسہ حجت ہے جہاں تک اس روایت کا معاملہ ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب کوئی حدیث ملے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کیا جائے تو یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ایک دوسری حدیث کے اندر نبی کریم نے فرمایا:

"فاذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عَن شَيْءٍ فَدَعُوهُ "(صحیح مسلم ح:۱۳۳۷)

''اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس میں سے طاقت بھر لے لو اور جس چیز سے میں تمہیں روک دوں اس سے رک جاؤ''۔

مذکورہ تفصیل سے حدیث کی تشریعی حیثیت کھل کر واضح طور پر سامنے آجاتی ہے، اس لئے اللہ تعالی نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات وتعلیمات کو حجت شرعی قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کی اتباع وپیروی کا حکم صادر فرمایا ہے، اور اس سے اعراض پر عذاب جہنم اور فتنہ کی دھمکی دی ہے، چند آیات درج ذیل ہیں:

(۱) ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ﴾[حشر:۷]''اور رسول جو کچھ تمہیں دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقینا اللہ سخت عذاب والا ہے''۔

(۲) ﴿وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَٱحۡذَرُواْۚ فَإِن تَوَلَّيۡتُمۡ فَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا ٱلۡبَلَٰغُ ٱلۡمُبِينُ﴾[مائدہ:۹۲]''اور تم اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے''۔

(۳) ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾[نساء:۵۹] ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے''۔

(٤) ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٖ وَلَا مُؤۡمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمۡرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلۡخِيَرَةُ مِنۡ أَمۡرِهِمۡۗ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلٗا مُّبِينٗا﴾ [احزاب:۳۶]''اور دیکھو کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اسکے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا اختیار باقی نہیں رہتا (یادرکھو) اللہ تعالی اور اسکے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا''۔

(۵) ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ

وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوْا۟ عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴾ [انفال:۲۰] ''اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی نہ کرو سنتے جانتے ہوئے''۔

(۶) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ [نساء:۶۵] ''سوقسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں''۔

(۷) ﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [نور:۶۳] ''سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دودناک عذاب نہ پہنچے''۔

(۸) ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝٥١ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ﴾ [نور:۵۱-۵۲] ''ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں وہی نجات پانے والے ہیں''۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی ان آیات سے استدلال کرکے نبی کریم کی اتباع کو اور آپ کی سنتوں کی اتباع کو ضروری قرار دیا ہے اور یہ وضاحت فرمائی ہے کی سنت رسول کی پیروی کتاب اللہ ہی کی پیروی ہے اور مخلوق میں یہ مرتبہ نبی کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"میں نے لوگوں پر اللہ کی طرف سے رسول کے حکم کی پیروی کی جو بات ذکر کی اس میں دلیل ہے کہ اللہ کے رسول کی سنت اللہ کی طرف سے قبول کی گئی ہے اور جس نے اس کی پیروی کی کتاب سے پیروی کی، اور ہمارے پاس کوئی ایسی خبر نہیں جس کو صراحت کے ساتھ اللہ نے مخلوق کے لئے لازم کیا ہو سوائے کتاب اور سنت کے، اور جب سنت کا یہ مقام ہے تو کسی مخلوق کا قول اس کے مشابہ نہیں ہوسکتا اور نہ اس کو اس جیسی سنت کے بغیر منسوخ کرنا جائز ہوگا کیونکہ اللہ نے آپ ﷺ کے بعد کسی مخلوق کو آپ کا درجہ نہیں دیا بلکہ مخلوق پر آپ کی اتباع فرض کی اور آپ کا علم ان کے لئے لازم بنایا، اب پوری مخلوق آپ کے تابع ہے اور تابع کے لئے جائز نہیں کہ جس کی اتباع فرض ہے اس کی مخالفت کرے اور جس شخص پر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی فرض ہے اسے نہ اس کی مخالفت کا حق ہے نہ اس میں سے کسی چیز کو منسوخ کرنے کا" (الرسالہ للشافعی ص:۱۰۹/۱۰۸)

ایک دوسری جگہ حدیث کی تشریعی حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے امام شافعی رقمطراز ہیں:

"وما سن رسول الله فيما ليس لله فيه حكم، فبحكم الله سنه وكذلك أخبرنا الله في قوله﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسْتَقِيمٖ﴾[شوریٰ: ۵۲].وقد سن رسول الله مع كتاب الله ،وسن فيما ليس فيه بعينه نص كتاب، وكل ما سن فقد الزمنا الله اتباعه، وجعل في اتباعه طاعته، وفي العنود عن اتباعها معصيته التي لم يعذر بها خلقاً، ولم يجعل له من اتباع سنن رسول الله مخرجاً، لما وصفت، وما قال رسول الله" (الرسالہ ص۸۸-۸۹)

''یعنی جس معاملہ میں اللہ کا کوئی حکم نہیں اس میں رسول نے جو کچھ مسنون قرار دیا اللہ کے حکم سے قرار دیا۔اللہ کا ارشاد ہے کہ (تم سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہو) رسول اللہ نے اللہ کی کتاب کے ساتھ حکم مقرر فرمایا، اور جس میں کتاب کی کوئی نص نہیں اس میں مقرر فرمایا، اور آپ نے جو کچھ مقرر فرمایا اللہ نے اس کی پیروی ضروری قرار دی اور اس پیروی میں اطاعت بتائی اور اس کی مخالفت میں اپنی نافرمانی بتائی جس پر کوئی عذر مقبول نہیں اور اللہ نے رسول کی سنتوں کی پیروی کے بغیر چھٹکارے کی کوئی راہ نہ رکھی''۔

اور نبی کریم اللہ نے اپنی اطاعت و اتباع کو دخول جنت کا ذریعہ قرار دیا ہے اور عدم اطاعت کو جہنم میں دخول کا سبب بتلایا، فرمایا نبی کریم ﷺ نے:

"كل أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ إِلَّا من أبى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَد أَبَى" (بخاری، ج:۷۲۸۰)۔

مذکورہ بالا دونوں اقتباس اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم واضح طور پر اس بات کی جانب اشارہ کر رہے ہیں کہ کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل لازم اور ضروری ہے بغیر اس کے کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

لیکن افسوس عہد نبوی سے لیکر آج تک ہر دور میں اور ہر صدی میں ایک جماعت ایسی موجود رہی ہے جو ہر طرح سے اسلام کی جڑ کو کھوکھلا کرنے، اس کے اندر شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے۔خصوصاً حدیث نبوی کی حجیت اور اس کی تشریعی حیثیت کو داغدار کرنے کی بھر پور سعی کی ہے۔ اور احادیث کو اپنی عقل وخرد کی کسوٹی پر تولتے ہوئے اسے نا قابل اعتبار قرار دینے کی ناروا سازش کی ہے،کبھی تو اخبار آحاد کو ظنی بتا کر اسے اشتباہ کی نظر سے دیکھا ہے، اور کبھی تو فقیہ اور غیر فقیہ کا شوشہ چھوڑ کر قیاس کو حدیث پر ترجیح دی ہے اور کبھی تو صحیح احادیث کی بعید از کار تاویلات کی ہیں، اور کبھی احادیث میں تشکیک کا راستہ اختیار کیا ہے،غرضیکہ ہر اعتبار سے حدیث نبوی کی تشریعی حیثیت وحجیت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اللہ نے دشمنان اسلام کی ان تمام سازشوں کو یکسر نا کام کر دیا۔اور کبھی بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے،تاریخ فتنہ انکار حدیث پر ایک جامع تبصرہ کرتے ہوئے آبروئے جماعت،تاریخ اہلحدیث

کے ماہر، غیرت وحمیت کے پیکر علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"انکار حدیث کا فتنہ یک بیک پیدا نہیں ہوا ہے، اس کی جڑیں خیر القرون ہی میں پڑ گئی تھیں، اور سیاسی اختلافات اور اسلام کے غلبہ کے نتیجہ میں آتش کدہ فارس کے بجھ جانے کی وجہ سے کسری کے وارثوں کے دلوں میں جو حسد وبغض اور رقابت اسلام کے خلاف پیدا ہوئی اس نے صرف حدیث رسول ہی نہیں بلکہ قرآن کریم کے خلاف بھی گندی سازش شروع کر دی۔ قرآن کریم کے خلاف تو ان کی سازشیں ایک منٹ کے لئے بھی کامیاب نہ ہوسکیں لیکن حدیث رسول کے خلاف وقتی طور پر کسی حد تک یہ اپنے آپکو کامیاب محسوس کرنے لگے لیکن (سورہ حجر آیت:۹) کے اتارنے والے رب کریم نے اس میدان میں بھی ان کی سازشوں کو یکسر ناکام کر دیا۔ بعد میں" جہمیہ" اور" کرخی" وغیرہ نے" فقیہ" اور" غیر فقیہ" راوی وغیرہ کے مسائل کھڑے کر کے احادیث صحیحہ کے خلاف ایسے چور دروازے کھول دیئے کہ ان میں گھس کر بہت سے منچلے اسلام کی پاکیزہ اور ناقابل شکست عمارت کو منہدم کرنے کی کوشش کرتے رہے، یونانی فلسفہ اور حکمت کے بارے میں متکلمین، فقہاء متاخرین، مسلم فلاسفہ اور صوفیاء کرام تک نے شعوری یا غیر شعوری طور پر حدیث وسنت کو شدید نقصان پہونچایا، ماضی قریب میں جمال الدین افغانی، محمد عبدہ، سرسید احمد خاں، قاسم امین، محمود ابوریہ سے لیکر عبداللہ علی القصیمی تک نے اپنی جارحانہ عقلیت پرستی کے نتیجہ میں حجیت حدیث کا انکار کیا اور جہمیت کے علم بردار اور سلف صالحین کے دشمن محمد زاہد کوثری، اور اس کے براہ راست تلامذہ عبدالفتاح ابوغدہ وغیرہ اور اس کے مستفیدین یوسف بنوری، ابوالوفاء افغانی، ظفر احمد تھانوی اور سید احمد رضا بجنوری، نیز ان سے پہلے صاحب" آثار السنن" شیخ نیموی، صاحب" زجاجۃ المصابیح" عبداللہ شاہ حیدر آبادی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں عربی لغت وادب کے استاد ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو کے والد مولوی ظفر الدین قادری رضوی صاحب" صحیح البہاری" نے تقلید شخصی اور شدید ترین جمود کے نتیجہ میں محدثین کرام اور سلف صالحین کی حدیث وسنت کی حفاظت کے سلسلہ میں مخلصانہ مساعی کو مجروح کرنے کی ناروا کوششیں کیں۔ عمر کریم پٹنوی، عبداللہ چکڑالوی، احمد دین امرتسری اور غلام احمد پرویز وغیرھم نے اباحیت وانتشار پیدا کرنے کے لئے پورے ذخیرۂ حدیث کو سبوتاژ کرنے کی ناروا جسارت کی۔ رشید رضا نے ابتدائی دور میں محمد عبدہ سے متاثر ہوکر، شبلی نعمانی، حمید الدین فراہی، ابوالأعلی مودودی اور امین احسن اصلاحی وغیرہم نے اپنی مزعومہ عقلیت اور درایت کے نتیجہ میں سنت وحدیث کی حجیت میں تشکیک پیدا کرنے کے غیر دانشمندانہ اقدامات کئے اور محدثین کرام کے مقرر کئے ہوئے تحقیق کے علمی اصول وقواعد کو مجروح کر کے ہر طفل مکتب کے لئے زبان درازی کے مواقع فراہم کئے" (مجلہ التبیان ستمبر: ۲۰۲۱ ص ۱۱/۱۰، حیات ثنائی قسط/۱)۔

آج بھی ان منکرین حدیث کے کچھ چیلے اور استشراق زدہ مفکرین اور بزعم خویش انشاء پرداز ایسے ہیں جو اپنے گمراہ کن

افکار وخیالات کو بروئے کار لاتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں اورخصوصا مدارس و جامعات اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طالب علموں کو دھوکہ دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن الحمدللہ کبھی بھی ان کی یہ سازش کامیاب نہ ہوسکی، اور ہر دور میں ائمہ، اور علماء اہلحدیث نے قلمی ولسانی ہر اعتبار سے ان کی خبر لینے کی کوشش کی ہے اوران کی تار و پود کو اکھیڑ کر کے رکھ دیا ہے۔ جن میں ناصر الحدیث امام شافعی، امام ابن حزم اندلسی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ شوکانی، علامہ احمد محمد شاکر، علامہ عبدالرحمن یحییٰ یمانی، علامہ محمد عبدالرزاق حمزہ، علامہ عبدالعزیز راشد نجدی، علامۃ الشام محمد بہجۃ البیطار، علامہ محمد ناصر الدین البانی، مفتی اعظم عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہم اللہ، برصغیر ہند و پاک میں شیخ الاسلام میاں نذیر حسین محدث دہلوی، علامہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی، نواب وحید الزماں، علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی، ڈپٹی سید حسن دہلوی، علامہ عبدالرحمن مبارکپوری، شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری، حجۃ الاسلام مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، علامہ سیالکوٹی، بطل جلیل علامہ محمد اسماعیل سلفی گجرانوالہ، علامہ نذیر احمد رحمانی، شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ مبارکپوری، علامہ صفی الرحمن مبارکپوری اور پاکستان کے سلفی مجاہد ومحدث شیخ بدیع الدین شاہ راشدی وغیرہم رحمہم اللہ کے اسماء خاص طور سے تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ اللہ ہمارے ان اسلاف کرام کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اوران کی سعی پیہم کا اجر جزیل عطا کرے۔

اور الحمدللہ آج بھی پوری دنیا کے اندر علماء اہلحدیث اور سلفی حضرات اس سلسلہ میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں اور منکرین حدیث اور حجیت حدیث میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والوں کے باطل افکار ونظریات کی بنیاد کو ڈھانے اور ڈائنامیٹ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جس کی بنیاد پر پہلے کی نسبت اب دین سے قربت پیدا ہورہی ہے نو جوانان طبقہ خصوصیت کے ساتھ اسلام کے قریب ہورہا ہے اور کتاب وسنت پر عمل کا جذبہ ان کے دلوں میں فروغ پا رہا ہے اوران شاء اللہ اگر کتاب وسنت کے تعلق سے یہی بیداری رہی تو ماضی کی طرح آج کا یہ معرکہ بھی ختم ہوجائے گا، مخالفین کو شکست ہوگی ان کے خفیہ عزائم وناپاک مقاصد کھل کر سامنے آجائیں گے، اسلام ایک اونچی اور مضبوط چٹان کی طرح باقی رہے گا جس سے ٹکرا کر گرد وغبار اور صحرا کی تیز وتند ہوائیں لوٹ جائیں گی۔ سچ کہا ہے شاعر نے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہمارے علماء دعوتی میدان میں اتر کر لوگوں تک صحیح دین کو پہونچانے کی کوشش کریں۔ اسلامی تعلیمات سے ان کو آگاہ کریں خاص طور سے جامعات ومعاہد کے طلبہ کو دلائل وبراہین قاطعہ سے مسلح کریں تاکہ آئندہ وہ بھی کتاب وسنت کی روشنی کو عام کرنے میں ایک اہم اور مضبوط کردار اور رول ادا کرسکیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔

توشۂ خطیب

خطبات جمعہ کی تیاری کیسے کریں؟

شیخ ڈاکٹر عبید الرحمن بن محمد حنیف المدنی (مدیر مرکز امام بخاری تلولی ممبئی)

یہ مقالہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی زیر نگرانی انعقاد پذیر دورۂ تدریبیہ بتاریخ ۲۷ر نومبر ۲۰۲۲ء بمقام جامع مسجد اہل حدیث کپاڑیانگر میں پیش کیا گیا تھا، افادۂ عام کے لئے اسے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وبعد!

قال الله تعالىٰ: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ﴾ [نحل: ۱۲۵]

محترم صدر جلسہ، معزز علماء کرام، قابل احترام أئمہ، دعاۃ اور مدرسین!

کاپڑیانگر کرلا کی جامع مسجد میں منعقد اس عظیم الشان تربیتی اجلاس میں خطبات جمعہ کی تیاری کیسے کریں کے تحت کچھ دیر آپ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، اللہ رب العالمین ہم سب کی حاضری قبول فرمائے اور پیش کی جانے والی باتوں کو سننے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

محترم سامعین کرام! خطبہ جمعہ مسلمانوں کے لئے ایک نہایت ہی عظیم الشان ہفتہ واری عید ہے جس میں ہر شخص اپنی رضا اور چاہت سے مسجد کا رخ کرتا ہے تاکہ خطبۂ جمعہ سن کر مستفید ہو سکے جو کہ دل سے قبول کرنے کے لئے نہایت ہی اہم اور بنیادی زینہ ہے، نیز جس کی اہمیت، عظمت اور اونچا مقام رب کریم نے اس قدر عطاء کیا ہو کہ نہ صرف بقیہ ایام پر اسے فوقیت دی بلکہ خطبہ جمعہ سننے کے لئے جو مسجد کا رخ کرتے ہوئے مخصوص صفات کے اہتمام کے ساتھ پہونچتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے جیسا کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: **''كان له بكل خطوة يخطوها أجر سنة صيامها و قيامها''** (صحیح الترمذی: ۴۹۶) ''ہر ہر قدم کے بدلے ایک سال کے قیام وصیام کا اجر اسے عطاء فرماتا ہے''۔

أحوال واقعی: اس خطبہ کی اہمیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم اس کی تیاری بھی اسی آن بان اور شان سے کرتے، مگر افسوس کہ ہم میں سے بہت سارے خطباء کا حال یہ ہے کہ وہ خطبۂ جمعہ فی البدیہہ (ارتجالا) پیش کرتے ہیں، جب کہ کچھ اور خطباء کرام رؤوس الاقلام، اور بعض عناصر خطبہ لکھ لیتے ہیں، یا کسی اور کا تیار شدہ خطبہ لے کر جوں کا توں، یا کچھ معمولی تبدیلی کے ساتھ پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

جب کہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ اس کا اہتمام کرتے ہوئے بذات خود تیار کرنے کی کوشش کرتے جس کا قدرے تفصیلی تذکرہ آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خطبات لکھ کر پیش کرنے کی اہمیت وافادیت:

خطبے اور تقریر پیش کردینے کے بعد رفتہ رفتہ نسیان کا شکار ہوکر اپنی افادیت ختم کردیتے ہیں، اور اگر انہیں ریکارڈ بھی کرلیا جائے تو ریکارڈنگ ایک محدود وقت تک کے لئے مفید اور متوفر ہوتی ہے، بلکہ اکثر محاضرات، خطبے اور تقریریں اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود دست برد زمانہ کا شکار ہوکر رہ جاتی ہیں، جب کہ اس کے بالمقابل تحریر، پمفلٹ اور کتابیں سالہا سال کی مدت گزر جانے کے بعد بھی افادۂ عامہ کا ذریعہ اور سبب ہیں۔

اس لئے خطباء کرام کو چاہئے کہ اپنی تقاریر اور خطبے زیر تحریر لائیں، اور عوام وخواص کے لئے مفید اور کارآمد بنائیں۔

خطبے اور تقریریں تیار کرنے کے اصول اور طریقے پیش کرنے کے بعض فوائد:

(1) خطبے تیار کرنے کے طریقے کی توضیح کے اہم فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مبتدی خطیب کی صحیح گائڈنگ اور رہنمائی ہوتی ہے، اور اسے ادھر ادھر بھٹکنے سے بچالیا جاتا ہے۔

(2) بعض خطباء حضرات کو طریقۂ تحضیر میں کچھ دشواریاں ہوتی ہیں، عین ممکن ہے کہ ہمارا پیش کردہ طریقہ ان کے لئے آسانیاں پیدا کردے اور وہ اپنے مشکل طریقے سے نکل کر آسان طریقے پر چلتے ہوئے خطبے تیار کرسکیں۔

(3) انسان ناقص ادھورا اور نامکمل ہے، اس لئے اس کے اعمال میں اُخطاء، غلطیوں اور کوتاہیوں کا پایا جانا عین ممکن ہے، جس کی تلافی ایک دوسرے کے تجربوں سے مستفید ہوتے ہوئے کی جاسکتی ہے۔

خطبۂ جمعہ کا اہتمام: اس باب میں خطباء حضرات کا طریقہ مختلف رہا ہے:

چنانچہ بعض خطباء کرام خطبۂ جمعہ کے تعلق سے جمعہ کی رات، یا اس کی صبح، یا منبر پر تشریف لانے سے کچھ لمحات قبل، یا منبر پر بیٹھ جانے کے بعد غور وفکر کرنا شروع کرتے ہیں، اور ان لمحات میں درپیش مسائل سے اپنی تقریر اور خطبہ کو زینت بخشتے ہیں۔

اس میں جیسا کہ ہم محسوس کرسکتے ہیں کہ انتہاء درجے کی تقصیر اور کوتاہی کارفرما ہے جو کہ نہایت ہی معیوب اُمر ہے۔

اس کے برخلاف بعض حضرات خطبہ جمعہ سے فراغت کے بعد یا جمعہ سے چند ایام قبل ہی سے موضوع خطبہ پر غور وفکر شروع کردیتے ہیں اور اس کی تیاری میں پورے طور پر لگ جاتے ہیں۔

خطبۂ جمعہ کی تیاری: خطبۂ جمعہ کو تیار کرنے کے لئے خطباء کرام کے طریقے کچھ اس طرح ہیں:

(1) کچھ حضرات تیاری کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، بلکہ یونہی ماحضر پیش کردینے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(2) جب کہ بعض حضرات کسی کتاب، خطبہ وغیرہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے کچھ ضروری معلومات نوٹ کرتے ہیں، یا اسی کی تلخیص پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(3) کچھ ایسے حضرات خطباء بھی ہیں جو موضوع خطبہ کے تعلق سے خوب مطالعہ فرماتے ہوئے مختلف مراجع ومصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے خطبے کو خوب سے خوب تر بنانے میں کسی طرح کی سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

دراصل اسی طرح کے خطبوں سے امت کی صحیح گائیڈنگ اور رہنمائی کا فریضہ انجام پاتا ہے۔

خطبۂ جمعہ کی تیاری کے مراحل: خطبۂ جمعہ کو تیار کرنے کے

لئے خطیب متعدد مراحل سے گزرتے ہوئے انجام تک پہنچتا ہے، جس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

(أ) موضوع کا انتخاب کرنا: خطیب کو چاہئے کہ جس موضوع کے تحت خطبہ دینے کا ارادہ ہو اس سے متعلق جملہ نصوص، نقول، دیگر افکار وخیالات اور اس کے تمام فرعی اور ذیلی عناوین جمع کرے۔

(ب) مذکورہ بالا نصوص ونقول کی روشنی میں خطیب اس نتیجے تک پہونچنے کی کوشش کرے کہ آیا یہ موضوع مناسب ہے، اور اس سے متعلقہ مواد خطبہ جمعہ کے لئے کافی ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو اس کا انتخاب عمل میں لے آئے، البتہ اگر مواد زیادہ ہوں تو ایک سے زیادہ موضوعات میں تقسیم کردیں، ہاں اگر مواد کم ہوں تو مزید بحث وتتبع کی ضرورت ہوگی، یا پھر سردست اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کسی اور موضوع کی طرف توجہ کی جائے جس سے متعلق مواد متوفر ہوں۔

(ج) موضوع سے متعلق مواد جمع کرتے ہوئے درجہ ذیل چند اہم اصول کی رعایت بہتر ہے:

(1) منتخب موضوع سے متعلق متخصص کتابوں سے مواد جمع کرنے کا آغاز کیا جائے۔

(2) فرعی اور مساعد مصادر کی طرف رجوع کرتے ہوئے موضوع سے متعلق مواد اکٹھے کئے جائیں۔

(3) موضوع سے متعلق قرآن کریم میں وارد آیات، نیز ائمہ تفسیر کے اقوال اور تفاسیر جمع کی جائیں۔

(4) اسی طرح احادیث مبارکہ اور اس کے شروح سے اخذ واستفادہ کی بھرپور کوشش کی جائے۔

(5) موضوع سے متعلق جمع شدہ نصوص اور نقول پر فرعی عناوین قائم کی جائے۔

بطور مثال: شکر کے موضوع کے تحت وارد آیات کریمہ: ﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ پر اس طرح عنوان قائم کی جائے: ''**الشكر يزيد النعم**''، شکر گزاری نعمتوں کی بقاء اور اس میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔

(6) نصوص ونقول پر قائم کردہ فرعی عناوین کو نصوص کے ساتھ اپنے پسند کی ترتیب دینے کی کوشش کی جائے۔

جیسے: شکر کے موضوع کے تحت جمع شدہ فرعی عناوین درج ذیل طریقے پر ترتیب دی جائیں: شکر کا معنی ومفہوم، شکر کی اہمیت وضرورت، شکر کے فوائد وثمرات، ناشکری کا انجام، شکر گزار بندوں اور ناشکروں کے کچھ واقعات وغیرہ۔

فرعی عناوین کو ترتیب دینے کا بہتر طریقہ:

نصوص پر قائم کردہ فرعی عناوین پر نمبرنگ کی جائے اور اس کی روشنی میں ترتیب کے عمل کو نصوص ونقول کے اعادہ کے بغیر مکمل کرلیا جائے فہرست اور ترتیب کے عمل کے بعد خطیب مواد دونوں خطبوں پر تقسیم کرنے کی کوشش کرے تاکہ ہر ایک خطبہ اپنی معنویت اور افادیت کو برقرار رکھ سکے۔

(7) خطیب کو چاہئے کہ موضوع کو آخری شکل دیتے ہوئے جمع شدہ مواد کو الفاظ اور جملوں کا جامہ پہناتے ہوئے خوبصورت عبارت میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔

نیز موضوع کو آخری شکل دیتے ہوئے درج ذیل امور کا خیال رکھے:

(أ) اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ خطبے کو تحریر کرنا، اور نفس کے

شر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا، نیز اس اندیشے سے بالاتر ہو کر اس مشن میں ڈٹے رہنا کہ کون خطبے کی تعریف کرے گا اور کون مذمت، فقط رب کریم کی رضاء کا دُھن اس مشن سے جڑے رہنے کا محرک ہو۔

(ب) اپنے خطبہ کو دل میں بساتے ہوئے تحریر کرنا، اس احساس کے ساتھ کہ وہ خود سامع کی جگہ ان کلمات کا مخاطب ہے، تاکہ اگر ناصحانہ جذبات سے معمور ہو کر امر و نہی اور تذکیر کی کوئی بات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے تو دلوں کو چھو لینے والی ہو۔

(ج) خطیب کو اگر ایسا لگے کہ وہ ذہنی اعتبار سے ڈسٹرب اور مشوش ہے تو اسے اس حالت میں لکھنے اور تحریر کرنے سے توقف اختیار کر لینا چاہئے۔

(د) اگر بعض مشکل کلمات اور جملے وضاحت طلب ہوں تو کتب اللغات وغیرہ یا ایسے بابصیرت اہل علم کی طرف رجوع کریں جو اس اشکال کو رفع فرمانے میں ان کی مدد کر سکیں۔

(ھ) علامات ترقیم، نیز جملوں کے آغاز و انتہاء کا خصوصی اہتمام فرمائیں، تاکہ خطبہ کو ٹھیک ٹھیک طریقے سے بغیر ہچکچاہٹ، تکرار، اور کثرت توقف سے بچ بچا کر پیش کر سکیں۔

خطبہ کے اَجزاء:

ہر خطبہ کو مقدمہ، اصل موضوع، اور خاتمہ پر مشتمل ہونا چاہئے:

مقدمہ: مقدمہ میں خطیب کو چاہئے کہ چند مختصر ابتدائی اور تمہیدی کلمات پیش فرمائے جس سے گفتگو کا آغاز ہو سکے، نیز سامعین کو سننے کے لئے تیار، اور موضوع سے دلچسپی پیدا کرنے کی تحریک بھی پیدا کی جا سکے۔

تمہیدی کلمات میں کامیابی دراصل موضوع کے باقی حصوں میں کامیابی کا ضامن ہے۔

جس کے لئے ہمیں درج ذیل چند چیزوں کی رعایت کرنی ضروری ہے:

(أ) یہ کلمات موضوع خطبہ سے میل کھا رہے ہوں، اور اس کے لئے بطور تمہید کے ثابت ہوں۔

ابن المقفع فرماتے ہیں: ''**ولیکن فی صدر کلامک دلیل علی حاجتک**'' یعنی آپ کی گفتگو کے آغاز میں وہ باتیں پیش کی جائیں جس سے آپ کی اصل حاجت اور ضرورت سمجھی جا سکے۔

(ب) یہ کلمات موضوع کے حسبِ حال ہوں نہ بہت مختصر نہ ہی بہت مطول۔

جب کہ یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ بعض خطباء کرام تمہیدی کلمات بہت طول طویل پیش کرنے کے عادی ہیں جو سامعین میں ملل اور یأس کی کیفیت پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں، جبکہ اس کے برخلاف بعض دوسرے حضرات بلا کسی تمہیدی کلام کے ہی اصل موضوع کی وضاحت مناسب خیال کرتے ہیں۔

ان سب میں اعتدال اور میانہ روی کی راہ سب سے بہتر ہے۔

اصل موضوع کے مشمولات:

اصل موضوع کی وضاحت میں چند امور کی رعایت بہتر ہے:

أفکار وخیالات کو مرتب و منظم شکل میں تسلسل کے ساتھ پیش کرنا: خطیب کو چاہئے کہ موضوع کے کسی بھی پہلو اور حصے کی وضاحت دلائل و استدلال (خواہ وہ عقلی ہوں یا نقلی) کے حسین امتزاج کے ساتھ اس طور پر پیش کرے کہ سامعین شرح صدر سے ضبط کر سکیں، اور یہ کہ غیر منظم طریقوں سے اپنے آپ کو بچائے، جیسے کہ موضوع کے کسی پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے مناسبت سے

کسی اور موضوع کا ذکر آجائے، تو سرسری طور پر ذکر کرنے کے بجائے شرح وبسط کے ساتھ توضیح وتشریح کرتے ہوئے دوبارہ اپنے اصل موضوع کی طرف پلٹے، یہ عمل سامعین کے لئے باعث تشویش اور خلط مبحث کا سبب ہے، جس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اس طرح کے حالات ان خطباء کے خطابات میں زیادہ تر پیش آتے ہیں جو موضوع کی تیاری میں علمی مواد کے جمع وترتیب میں سستی اور کاہلی کے شکار ہو گئے ہوں۔

موضوع کے تمام پہلوؤں کے مابین توازن و اعتدال کو برقرار رکھنا: ایسا نہ ہو کہ موضوع کے کسی ایک پہلو پر سیر حاصل گفتگو اس طور پر کی جائے کہ دوسرے پہلو تشنہ رہ جائیں، اور ان کی توضیح وتشریح کے لئے وقت ناکافی قرار پائے۔

چنانچہ دیکھا یہ جا رہا ہے کہ بعض خطباء کرام خطبہ کے آغاز میں موضوع کے ہر چھوٹے بڑے پہلوؤں پر دلائل وبراہین سے بھرپور سیر حاصل گفتگو فرماتے ہیں جب کہ خطبہ کے آخری حصہ میں اہم ترین نقاط سرسری طور پر ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں، حالانکہ بعض اوقات یہ نقاط شرح شدہ نقاط سے بڑھ کر اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

جس کی وجہ سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ خطیب کے پاس اپنے خطبہ، اور اس کے مشمولات کا کامل تصور نہیں، نہ ہی اس بات کا انہیں اندازہ ہے کہ ان افکار وخیالات کے پیش کرنے میں کتنا وقت درکار ہے؟

مذکورہ بالا اشکال کا حل:

حل یہ ہے کہ خطیب مندرجہ ذیل امور کی رعایت کرے:

أ- خطبہ کے وقت کا اندازہ۔

ب- مذکورہ وقت میں خطبہ کے لئے مطلوبہ اوراق کا اندازہ۔

ج- اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا اندازہ۔

د- اس موضوع میں وارد تمام نصوص کا اندازہ۔

ھ- موضوع کو آخری شکل دیتے ہوئے اپنے الفاظ اور جملوں میں ڈھالنے کے بعد کا صحیح اندازہ۔

ان سب مراحل کے بعد اگر اس موضوع کو آگے بڑھایا جاتا ہے تو امید ہے کہ سارے امور مناسبِ حال ہوں، اور خطیب اعتدال اور توازن کے ساتھ موضوع کی وضاحت کر سکنے میں کامیاب ہو سکے۔

خاتمہ: بعض خطباء حضرات پہلے خطبہ کے آخر میں خاتمہ پیش کرنا ضروری خیال کرتے ہیں، اور دوسرے خطبہ میں دیگر عام وعظ ونصائح پر مشتمل گفتگو کرنا پسند کرتے ہیں جس میں جنت جہنم، تقویٰ طہارت وغیرہ سے متعلق نفع بخش باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

جب کہ بعض دوسرے حضرات دوسرے خطبہ میں بھی پہلے خطبہ کا تکملہ پیش کرتے ہیں، یا پیش کئے گئے موضوع کا مرکز خلاصہ پیش کرنا بہتر خیال کرتے ہیں۔

بعض اور خطباء پیش کردہ موضوع سے متعلق سامعین سے کیا مطلوب ہے کھل کر اس کی وضاحت کرتے ہیں، اور انہیں ان کے تئیں پیش آمدہ واجبات کی طرف رغبت دلاتے ہیں تاکہ موضوع سے متاثر ہونے کے بعد اپنی عملی زندگی کو اس سے آباد کر سکیں۔

رب کریم ہم سب کو خیر وخوبی کے ساتھ تمام اعمال بہتر طریقے سے انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

وصلی الله وسلم علی نبینا محمد وعلی آله و صحبه أجمعین۔

۞ ۞ ۞

تاریخ وسیرت

اسلام کی پہلی شہیدہ

اُم عمار سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہما

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين ، وعلى آله و صحبه أجمعين، وبعد:

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿الٓمٓ ۝١ أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتۡرَكُوٓاْ أَن يَقُولُوٓاْ ءَامَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُونَ ۝٢ وَلَقَدۡ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۖ فَلَيَعۡلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْ وَلَيَعۡلَمَنَّ ٱلۡكَٰذِبِينَ ۝٣﴾ [العنكبوت:۱-۳]

ارشاد باری ہے:''الم۔کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں''۔

اسلامی تاریخ جسم، جان و مال اور آبرو کی قربانیوں، شہادتوں اور جانثاری کی بے مثال داستانوں سے عبارت ہے،توحید باری تعالیٰ کے اقرار اور شرک و مشرکین سے بے زاری کی راہ ابتلاءات اور آزمائشوں سے بھری ہوئی ہے، چنانچہ خود نبی کریم ﷺ نے جب دعوت توحید کا آغاز فرمایا تو بچپن سے آپ کو صادق وامین کہنے والوں نے آپ پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑا، یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے ہو گئے،اس سلسلہ کا سب سے دردناک واقعہ وہ ہے جسے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے، کہتے ہیں:

''رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ، جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، " فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَفَعَهُ عَنْهُ، فَقَالَ: ﴿أَتَقۡتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ ٱللَّهُ وَقَدۡ جَآءَكُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ مِن رَّبِّكُمۡ﴾ '' (صحیح بخاری:3678).

''میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، درانحالیکہ کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، اس نے اپنی چادر کو آپ کے گلے میں ڈالا اور بہت شدید انداز میں آپ کا گلا گھونٹ دیا، اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور اُسے دھکا دیکر ہٹایا اور کہا: ''کیا تم ایک شخص کو محض اس لئے قتل کر دینا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے واضح دلائل اور نشانیاں بھی لے کر آیا ہے؟''۔

اور ان کا یہی رویہ بلاتفریق ہر شخص کے ساتھ تھا چنانچہ جو شخص

بھی دعوت حق پر لبیّک کہتا اس پر وہ بے تحاشہ ظلم وستم ڈھانا شروع کر دیتے تھے، حتیٰ کہ مرد وعورت میں بھی کوئی تفریق نہ کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے صفحات پر مردوں کی طرح خواتین پر بھی ظلم وستم اور روح فرسا اذیتوں کی داستانیں بکھری ہوئی ہیں، جن کی فہرست طویل ہے، البتہ اس فہرست میں ایک روشن نام حضرت سمیہ بن خباط ام عمار رضی اللہ عنہما کا ہے، جن پر قبولیت حق کی پاداش میں بلکہ آپ کے پورے خاندان پر ظلم وستم اور ایذ ارسانیوں کا وہ المناک سلسلہ جاری رکھا گیا جس کے تذکرہ سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، لیکن تاریخ شاہد ہے کی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی، یہاں تک کہ حق کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کردی اور اسلام کی سب سے پہلی شہیدہ ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ذیل میں اس فاضلہ صحابیہ اور اسلام کی اولین شہیدہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا مختصر خاکہ پیش خدمت ہے۔

نام ونسب:

یہ سمیہ بنت خباط یا خیاط یا خبط ہیں، ابوحذیفہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم کی لونڈی تھیں اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں، اسی بنا پر آپ کی کنیت ام عمار ہے۔ (دیکھئے: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: 8/189، نمبر 11342)۔

کتب سیر میں سمیہ رضی اللہ عنہا کے والد کے اوپر ان کے نسب یا خاندان کا پتہ نہیں چلتا کہ اصلاً وہ کس وطن اور کسی قبیلہ کی تھیں، مکہ میں کب کس طرح وارد ہوئیں؟

یاسر رضی اللہ عنہ سے نکاح:

یاسر بن عامر بن مالک رضی اللہ عنہ اصلاً یمنی النسل قحطانی، عرنی، مذحجی، عنسی یا عبسی تھے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے کم وبیش چار دہائی پیشتر اپنے دو بھائیوں ''حارث'' اور ''مالک'' کے ساتھ اپنے چوتھے مفقود الخبر بھائی کی تلاش میں مکہ آئے تھے، پھر ان کے دو بھائی حارث اور مالک یمن لوٹ گئے، اور یاسر بن عامر نے مکہ ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور ابوحذیفہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے حلیف بن گئے۔ اور اُس کی لونڈی حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی، جس سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، بعد میں ابوحذیفہ نے یاسر کو آزاد کر دیا، پھر ابوحذیفہ کی موت کے بعد حضرت سمیہ اور عمار اس کے ورثاء کی غلامی میں رہے۔ (دیکھئے: أسد الغابۃ: 3/627، والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: 8/190، والاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: 3/1136)۔

اسلام (ساتویں اسلام لانے والی شخصیت):

حضرت سمیہ، ان کے شوہر یاسر اور ان کی بیٹے عمار رضی اللہ عنہم سابقین اولین میں سے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغاز دعوت ہی میں ان سبھوں نے بلا تردد اسلام قبول کرلیا، حضرت سمیہ اسلام لانے والی ساتویں شخصیت ہیں۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور خصائل حمیدہ سے متاثر تھے، جس کے سبب انہوں نے آپ کی دعوت توحید پر لبیک کہا۔

چنانچہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے بن یاسر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے سات لوگوں میں سے ہیں، امام احمد، ابن ماجہ، اور ابن حبان رحمہم اللہ کی روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ سَبْعَةٌ: رَسُولُ اللَّهِ

ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ، وَصُهَيْبٌ، وَبِلَالٌ، وَالْمِقْدَادُ" (سنن ابن ماجہ 1/53، حدیث:150، ومسند احمد 6/382، حدیث:3832، وصحیح ابن حبان 15/558، حدیث 7083:، اسے علامہ البانی نے صحیح السیرۃ النبویۃ (ص:121) میں اور اسی طرح مسند احمد کے محققین اور شعیب ارنؤوط نے حسن قرار دیا ہے)۔

سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے والے سات لوگ ہیں: رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد رضی اللہ عنہم۔

اسی طرح حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مکہ میں سب سے پہلے سات لوگوں نے اسلام ظاہر کیا: رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، بلال، خباب، صہیب، عمار اور سمیہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (دیکھئے: أسد الغابہ:3/627، والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ:8/190)۔

اور اسی طرح صحیح بخاری میں خود حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ، وَامْرَأَتَانِ وَأَبُو بَكْر" (صحیح بخاری، حدیث 3660، و 3857)۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فتح الباری میں لکھتے ہیں:

پانچ غلام: بلال، زید بن حارثہ، ابوبکر صدیق کے غلام عامر بن فہیرہ، صفوان بن امیہ بن خلف کے غلام ابوفکیہہ، اور پانچویں شقران ہیں، نیز فرماتے ہیں: ہمارے بعض مشایخ نے ابوفکیہہ کے بجائے عمار بن یاسر کو ذکر کیا ہے، اور اس کا احتمال ہے، بلکہ ان کو، ان کے والد اور ان کی والدہ کو ان میں ہونا ہی چاہئے، کیونکہ ان تینوں کو اللہ کی راہ میں سخت عذاب سے دوچار کیا گیا ہے، اور ان کی والدہ تو اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں، ابوجہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مارا تھا جس سے ان کی موت ہوگئی تھی۔ اور دونوں عورتیں: خدیجہ اور ام ایمن یا سمیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ (دیکھئے: فتح الباری لابن حجر:7/24، باختصار)۔

اسلام کی پاداش میں اذیتیں اور بے مثال صبر واستقامت:

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر یاسر بن عامر اور بیٹے عمار بن یاسر سمیت اسلام کی پاداش میں بے انتہا اذیتیں برداشت کیں، ضعیف العمری کے باوجود ان ظالم مشرکین قریش نے ان پر اپنے ظلم وستم میں کوئی کسر نہ چھوڑی، ہر طرح سے زدو کوب کر کے مجبور کیا کہ اسلام سے پھر جائیں اور کفر وشرک، بت پرستی اور جاہلیت کو دوبارہ گلے لگائیں، لیکن وہ حضرت سمیہ تھیں کہ صبر واستقامت کا پہاڑ ثابت ہوئیں، جام شہادت نوش کرلیا لیکن توحید سے سرمو انحراف نہ کیا، مشرکین مکہ بالعموم اور بنومخزوم کے لوگ بالخصوص انہیں قسم قسم کی اذیتیں دیتے، مثلاً مارتے، گرم کنکریوں پر ننگی پشت لٹادیتے، پشت کو آگ کے انگاروں سے داغتے، لوہے کی زرہ پہنا کر سخت چلچلاتی دھوپ میں لٹاتے، اور پاس کھڑے ہوکر اذیتیں دیکھتے اور قہقہے لگاتے اور ان سے مخاطب ہوکر کہتے: "محمد کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھ"۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سابقین اسلام پر مشرکین کے ظلم وستم کا نقشہ یوں کھینچا ہے، فرماتے ہیں:

"...فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَمَنَعَهُ اللَّهُ بِعَمِّهِ

أَبِي طَالِبٍ، وَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَمَنَعَهُ اللَّهُ بِقَوْمِهِ، وَأَمَّا سَائِرُهُمْ فَأَخَذَهُمُ الْمُشْرِكُونَ وَأَلْبَسُوا أَدْرَاعَ الْحَدِيدِ، وَصَهَرُوهُمْ فِي الشَّمْسِ، فَمَا مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا وَآتَاهُمْ عَلَى مَا أَرَادُوا، إِلَّا بِلَالٌ، فَإِنَّهُ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِي اللَّهِ، وَهَانَ عَلَى قَوْمِهِ، فَأَخَذُوهُ، فَأَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ، فَجَعَلُوا يَطُوفُونَ بِهِ فِي شِعَابِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقُولُ: أَحَدٌ أَحَدٌ'' (سنن ابن ماجہ:1/53، حدیث :150، ومسند احمد 6/ 382، حدیث :3832، وصحیح ابن حبان: 15/ 558، حدیث:7083، اسے علامہ البانی نے صحیح السیرۃ النبویۃ (ص: 121) میں اوراسی طرح مسند احمد کے محققین اورشعیب ارنؤوط نے حسن قرار دیاہے، نیز دیکھئے:الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب:1/179)۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا معاملہ تھا تو آپ کے چچا نے آپ کی حمایت فرمائی، اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ان کی قوم کے لوگوں نے حمایت کی، لیکن بقیہ لوگوں کو مشرکین مکہ نے پکڑا، اورانہیں لوہے کی زرہیں پہنائی اورانہیں سخت دھوپ کی گرمی میں جھلسایا، چنانچہ ان میں سے کوئی نہ تھا جس نے ان کی چاہت میں (بظاہر) ان کی موافقت نہ کی ہو، سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے، کہ اللہ کی راہ میں ان کی جان ان کے لئے آسان ہوگئی اور وہ اپنی قوم کے لئے معمولی ہوگئے تھے، چنانچہ مشرکین نے انہیں پکڑ کراوباشوں کے حوالے کردیا، جوانہیں مکہ کی گھاٹیوں میں لے کر گھمانے لگے، لیکن وہ آخری سانس تک اُحد اُحد کا ہی نعرہ لگاتے رہے!

بوڑھے یاسر رضی اللہ عنہ یہ ظلم سہتے سہتے ایک دن بالآخر وفات پاگئے، وفات کے وقت ان کی عمر کم وبیش پینسٹھ سال تھی، لیکن مشرکین کو پھر بھی اس خاندان پر بالکل ترس نہ آیا اورانہوں نے حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا اوران کے بیٹے عمار اوراسی طرح دوسرے بیٹے عبداللہ پر ظلم وستم کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔(دیکھئے: الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب:4/1589)۔

مغازی ابن اسحاق کے حوالہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عمار بن یاسر کے خاندان کے بہت سے لوگوں کے بیان کے مطابق بنومغیرہ کے لوگوں نے سمیہ ام عمار رضی اللہ عنہما کواسلام لانے کے سبب بیحد المناک عذاب سے دوچار کیا، جبکہ انہیں اسلام کے سوا کچھ بھی منظور نہ تھا، یہاں تک کہ انہیں مارڈالا۔اسی طرح نبی کریم ﷺ عمار اوران کے والدین سمیہ اور یاسر رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرتے، انہیں مکہ کی تپتی ریتوں اورگرم کنکریوں پرعذاب دیا جاتا، توانہیں صبر اور جنت کی بشارت دیتے'' (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ:8/190)۔

بشارت نبوی ﷺ:

ایک دن بنومخزوم کے محلّے سے نبی کریم ﷺ کا گزرہوا تو آپ نے ضعیف العمر سمیہ کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں لٹایا ہوا دیکھا، ان کی یہ بےبسی دیکھ کر نبی کریم ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، اس موقع پر رسول ﷺ نے انہیں مخاطب ہو کرانہیں اوران کے خاندان کو صبر کی تلقین فرمائی اورانہیں مغفرت اورجنت کی بشارت دی''۔

آل یاسر کو بشارت کے سلسلہ میں کتب احادیث وتاریخ میں کئی الفاظ وارد ہوئے ہیں:

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ

بِعَمَّارٍ وَأَهْلِهِ وَهُمْ يُعَذَّبُونَ، فَقَالَ: ”أَبْشِرُوا آلَ عَمَّارٍ، وَآلَ يَاسِرٍ، فَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ“۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم :3/ 432،امام حاکم فرماتے ہیں: یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے،لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا ہے،امام ذہبی نے بھی اسے امام مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ نیز دیکھئے: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:9/ 293،حدیث:15592،فرماتے ہیں:اسے امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے،اس کے راویان صحیح کے راویان ہیں،سوائے ابراہیم بن عبدالعزیزمقوم کے،اور وہ بھی ثقہ ہیں)۔

مستدرک کی دوسری روایت اور دیگر روایتوں میں حضرت عثمان بن عفان اور خود عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے یہ الفاظ آئے ہیں:

”صَبْرًا [اصْبِرُوا] يَا آلَ يَاسِرٍ، فَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ“۔

(دیکھئے: المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حدیث 5646، امام ذہبی نے اس پر سکوت اختیار فرمایا ہے۔علامہ البانی نے اسے متعدد شواہد کی بنا پر حسن صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: فقہ السیرۃ للغزالی تخریج الالبانی (ص: 111)، نیز دیکھئے: شعب الایمان :3/ 172، حدیث: 1515، والمعجم الکبیر للطبرانی :24/ 303،حدیث:769،والمعجم الأوسط:2/ 141،حدیث:1508،والمطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ:16/ 295، حدیث :4002، ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد:9/ 293،حدیث:15590،15591،نیز دیکھئے: أسد الغابۃ: 3/628،و6/ 152،والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ:8/ 190)۔

اسی طرح مسند احمد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”أَقْبَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ آخِذًا بِيَدِي نَتَمَشَّى فِي الْبَطْحَاءِ، حَتَّى أَتَى عَلَى أَبِيهِ وَأُمِّهِ وَعَلَيْهِ يُعَذَّبُونَ، فَقَالَ أَبُو عَمَّارٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، الدَّهْرَ هَكَذَا؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: " اصْبِرْ " ثُمَّ قَالَ: "اللهُمَّ اغْفِرْ لِآلِ يَاسِرٍ، وَقَدْ فَعَلْتُ “(مسند أحمد:1/ 493، حدیث: 439،مسند کے محققین نے سالم بن ابو الجعد اور عثمان بن عفان کے درمیان کے درمیان انقطاع کے سبب اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے، البتہ شواہد کی بنا پر روایت کی تصحیح کی ہے،دیکھئے: حدیث:439،کا حاشیہ۔امام ہیثمی فرماتے ہیں: اسے امام احمد نے روایت کیا ہے،اور اس کے راویان صحیح کے راویان ہیں۔دیکھیے:مجمع الزوائد ومنبع الفوائد 9/ 293،حدیث:15589)۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آیا، آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، ہم بطحاء (کنکریوں کے راستے) میں چل رہے تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمار، ان کے والد اور والدہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، انہیں عذاب دیا جارہا تھا، آپ کو دیکھ کر ابو عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے تکلیف کی شدت سے کہا: کیا ہمیشہ یہی سلسلہ رہے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”صبر کرو“ پھر فرمایا: ”اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما، اور میں کر چکا ہوں (یعنی میرے حق میں جو کچھ خطائیں تھیں میں نے انہیں معاف کر دیا ہے)/ یا مجھے یقین ہے کہ تو نے انہیں بخش دیا ہے“۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عمار کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی والدہ حضرت سمیہ کی شہادت کے بعد کہا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ، بَلَغَ مِنَّا- أَوْ بَلَغَ مِنْهَا- الْعَذَابُ كُلَّ مَبْلَغٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ. ”صَبْرًا أَبَا الْيَقْظَانِ. اللَّهمّ لا تُعَذِّبْ أَحَدًا مِنْ آلِ يَاسِرٍ بِالنَّارِ“۔(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب:4/1864،نیز دیکھئے:الوافی بالوفیات:15/279)۔

اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے ساتھ یا میری والدہ کے ساتھ عذاب کی آخری حد ہوچکی ہے! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”ابوالیقظان (عمار رضی اللہ عنہ کی کنیت) صبر کرو۔اے اللہ! خاندان یاسر کے کسی شخص کو جہنم کا عذاب نہ دینا“۔

شہادت:

عذاب وایذارسانی کا یہ دردانگیز سلسلہ جاری ہی تھا کہ ایک دن حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا دن بھر کے عذاب ومظالم کی سختیاں جھیلنے کے بعد شام کو جیسے ہی گھر واپس آئیں، ملعون ابوجہل آدھمکا اور ان کو گالیاں دینا شروع کردیا اور پھر اس کا غصہ اس قدر بڑھا کہ اپنا نیزہ (برچھا) حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا کی ران یا مقام عفت پر کھینچ کر مارا، جس سے وہ اسی وقت زمین پر گرگئیں اور جام شہادت نوش کرلیا۔

اسی طرح ایک روایت کے مطابق ابوجہل نے حضرت سمیّہ کے دوسرے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی تیر مار کر شہید کردیا، اور اب صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تھے۔ لہٰذا اپنے والد، والدہ اور بھائی کی مظلومانہ موت وشہادت پر انہیں سخت صدمہ ہوا، روتے ہوئے نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اب تو ظلم کی انتہا ہوگئی۔جس پر آپ ﷺ نے آل یاسر کو عذاب جہنم سے دور رکھنے کی دعا فرمائی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

”فَإِنَّ الثَّلَاثَةَ كَانُوا مِمَّنْ يُعَذَّبُ فِي اللَّهِ وَأُمُّهُ أَوَّلُ مَنِ اسْتُشْهِدَتْ فِي الْإِسْلَامِ طَعَنَهَا أَبُو جهل فِي قُبُلِهَا بِحَرْبَةٍ فَمَاتَتْ“(دیکھئے:فتح الباری لابن حجر:7/24، اور اپنی کتاب الاصابہ میں لکھتے ہیں:اسے امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے:عن جریر عن منصور عن مجاہد روایت کیا ہے،یہ مرسل ہے،اس کی سند صحیح ہے“(دیکھئے: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ:8/190)۔

یہ تینوں (سمیہ، یاسر اور عمار رضی اللہ عنہم) اللہ کی راہ میں مبتلائے عذاب کئے جانے والوں میں سے تھے،اور عمار کی والدہ سمیہ تو اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں، ابوجہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزا مارا تھا،جس سے ان کی موت ہوگئی تھی۔

علامہ ابن سعد اپنی الطبقات میں لکھتے ہیں:

”أُمُّ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَسْلَمَتْ قَدِيمًا بِمَكَّةَ، وَكَانَتْ مِمَّنْ يُعَذَّبُ فِي اللَّهِ لِتَرْجِعَ عَنْ دِينِهَا فَلَمْ تَفْعَلْ وَصَبَرَتْ حَتَّى مَرَّ بِهَا أَبُو جَهْلٍ يَوْمًا فَطَعَنَهَا بِحَرْبَةٍ فِي قُبُلِهَا فَمَاتَتْ رَحِمَهَا اللَّهُ“۔(الطبقات الکبری لابن سعد:8/207)۔

سمیہ ام عمار بنت یاسر رضی اللہ عنہم مکہ میں بہت پہلے اسلام لائیں، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ کے دین کے سبب عذاب دیا جارہا تھا، تاکہ اپنے دین سے مرتد ہوجائیں، انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ حق پر ڈٹی رہیں، یہاں تک کہ ایک دن ابوجہل ان کے پاس سے گزرا، اوران کی شرمگاہ میں نیزہ مارا، جس سے ان کی موت ہوگئی، اللہ ان پر رحم فرمائے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب شام ہوئی تو ابوجہل آیا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو

گالیاں دینے لگا اور ان کے ساتھ فحش کلامی کرنے لگا، پھر ان کے مقام عفت پر برچھا مار کر انہیں قتل (شہید) کر دیا، چنانچہ وہ اسلام کی پہلی شہیدہ قرار پائیں۔ یہ مجاہد کی روایت ہے۔ جبکہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ: ابوجہل نے ان کی ران میں نیزہ مارا تھا جو ان کے مقام عفت میں پیوست ہو گیا جس سے ان کی موت (شہادت) ہو گئی۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: 4/1865)۔

یہی بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے کہ: ملعون ابوجہل نے حضرت سمیہ ام عمار رضی اللہ عنہا کی ران میں نیزہ مارا، یہاں تک کہ وہ ان کی شرمگاہ میں جا لگا، جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ (دیکھئے: الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: 4/1864)۔

اور سیرت ابن ہشام کے شارح عبد الرحمن سہیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الروض الأنف'' میں لکھتے ہیں:

''قَالَ أَبُو جَهْلٍ لِسُمَيّةَ أُمّ عَمّارِ بْنِ يَاسِرٍ: مَا آمَنْت بِمُحَمّدِ إلّا لِأَنّك عَشِقْته لِجَمَالِهِ، ثُمّ طَعَنَهَا بِالْحَرْبَةِ فِي قُبُلِهَا حَتّى قَتَلَهَا، وَالْأَخْبَارُ فِي هَذَا الْمَعْنَى كَثِيرَةٌ ''۔ (الروض الأنف: 3/145)۔

ملعون ابوجہل نے عمار بن یاسر کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تو محمد ﷺ پر اسی لئے ایمان لائی ہے کہ اس کے حسن وجمال کے باعث تجھے اس سے معاشقہ ہو گیا ہے، پھر ان کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر انہیں ہلاک کر دیا۔ اس معنیٰ کی روایتیں بکثرت ہیں۔

یہ ابوجہل کی بدبختی اور دوسری روایتوں میں مذکور اس کے سب وشتم اور فحش گوئی کی وضاحت ہے!! نعوذ باللہ من ذلک۔

جبکہ کتب سیر اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نہایت عمر رسیدہ، کھوسٹ بوڑھی اور کمزور خاتون تھیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أخرج ابن سعد بسند صحيح عن مجاهد قال: أول شهيد في الإسلام سمية والدة عمار بن ياسر، وكانت عجوزا كبيرة ضعيفة'' (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: 8/190، نیز دیکھئے: الطبقات الکبری لابن سعد: 8/207، نمبر: 4209)۔

ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اسلام کی سب سے پہلی شہیدہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور وہ نہایت عمر رسیدہ، کھوسٹ بوڑھی اور کمزور خاتون تھیں۔

قاتل (ابوجہل) کا انجام:

سمیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اپنی بوڑھی کمزور والدہ کی مظلومیت اور ابوجہل کی انسانیت سوز حرکت کو تو بدیہی طور پر فراموش نہ کر سکتے تھے، لیکن خود رسول رحمت ﷺ بھی سمیہ کی مظلومانہ شہادت اور ان کے بیٹے عمار کا کرب نہ بھلا پائے، آپ ﷺ کو بھی ابوجہل کی شقاوت، بدبختی اور سمیّہ رضی اللہ عنہا کی مرگِ بیکسی خوب یاد رہی۔ چنانچہ جب رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کبریٰ میں ابوجہل کو قتل کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: ''آج تمہاری ماں کے قاتل (ابوجہل) کو اللہ نے قتل کر دیا''۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:

" فَلَمَّا قُتِلَ أَبُو جَهْلٍ يَوْمَ بَدْرٍ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ:"قَدْ قَتَلَ اللَّهُ قَاتِلَ أُمِّكَ"۔(الطبقات الکبری لابن سعد:8/ 207، نمبر:۴۲۰۹، نیز دیکھئے:الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ:8/ 190، والموسوعۃ فی صحیح السیرۃ النبویۃ-العہد المکی،ص:294)۔

جب بدر کے روز ابوجہل مارا گیا تو رسول گرامی ﷺ نے عمار بن یاسر سے کہا:"تمہاری ماں کے قاتل (ابوجہل) کو آج اللہ نے نابود کردیا"۔

سمیہ کی سیرت میں مختصر دروس وعبر:

۱۔ جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کا راستہ مشکلات اور قربانیوں سے پُر ہے۔

۲۔ قربانیوں اور جانثاریوں کے بغیر شجرۂ اسلام کی آبیاری ممکن نہیں۔

۳۔ اسلام کی آبیاری کے لئے مرد وخواتین دونوں طبقوں کی قربانیاں شامل ہیں۔

۴۔ توحید، تقوی اور خشیت الٰہی کا مقام سب سے عظیم ہے، اسلام میں اسی کا اعتبار اور اللہ کے یہاں کامیابی کا وہی معیار ہے، اس میں غلام وآقا، رنگ ونسل، فقر وغنا، قوم ووطن، رئیس ومرؤوس کا کوئی اعتبار نہیں، اللہ کی توحید کا علمبردار کوئی حبشی غلام ہو یا ادنی لونڈی، رب کریم کی نگاہ میں اسکا عظیم مقام ہے، **إن أكرمكم عند الله أتقاكم۔**

۵۔ حضرت سمیہ ایک عظیم ماں، اور ایک بے مثال بیوی ہونے سے پہلے اللہ کی ایک محبوب بندی تھیں۔ جسے انہوں نے بڑی استقامت اور پامردی سے نبھایا اور اولین شہیدہ کا شرف پائیں۔

۶۔ **لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق**، اللہ کا حق سب سے بلند وبالا ہے، سمیہ کسی کی کنیز اور لونڈی ضرور تھیں، لیکن اس سے پہلے وہ اللہ کی بندی تھیں، اسلام سے مرتد ہوکر شرک وکفر کو کب گوارا کرسکتی تھیں۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب:

یہ عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن وذیم، ابوالیقظان عنسی مکی ہیں، بنومخزوم کے غلام تھے۔

یہ سابقین اولین میں سے ہیں، راہ حق میں سخت اذیتوں کا سامنا کیا، لیکن حق پر صبر واستقلال کی مثال کردی۔

حضرت عمار بن یاسر جنگ بدر اور دیگر تمام جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، حبشہ اور پھر مدینہ کی ہجرت کی۔(سیر أعلام النبلاء":3/ 247)۔

صحیح بخاری (۳۲۸۷) میں علقمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی اللہ تعالی نے عمار رضی اللہ کو شیطان سے پناہ عطا فرمائی ہے۔

اور نسائی (۵۰۰۷) میں مروی ہے کہ عمار ایمان سے لبریز تھے، ان کا ایمان ان کے گوشت، خون اور ہڈیوں میں سرایت کیا ہوا تھا، نبی کریم نے فرمایا ہے:

"مُلِئَ عَمَّارٌ إِيمَانًا إِلَى مُشَاشِهِ"۔(دیکھئے: صحیح الجامع: 2/755، حدیث:4103، والصحیحۃ 807)۔

عمار رضی اللہ عنہ اپنی ہڈیوں کے سروں تک ایمان سے لبریز تھے۔

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو ان کا ھدی یعنی طور طریقہ اور

سیرت اپنانے کا حکم دیا ہے:

”عَنْ حُذَيْفَةَ ، قَالَ : " كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: (إِنِّي لَا أَدْرِي مَا قَدْرُ بَقَائِي فِيكُمْ ؛ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي - وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ - وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَمَا حَدَّثَكُمْ ابْنُ مَسْعُودٍ فَصَدِّقُوهُ“۔(جامع ترمذی، حدیث:3799،دیکھئے:الصحیحۃ:۱۲۳۳،وصحیح الجامع:۱۱۴۳،۱۱۴۴)۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: ”مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہارے درمیان کتنی مدت زندہ رہوں گا، اس لئے میرے بعد والے دونوں کی پیروی کرو-اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا-اور عمار رضی اللہ عنہ کا طریقہ اپناؤ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ تم سے جو کچھ بیان کریں اُس کی تصدیق کرو“۔

حضرت بڑے زاہد تھے، چنانچہ عبداللہ بن ہذیل کہتے ہیں کہ: میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ ایک درہم میں مویشیوں کے لئے گیلا چارا (گھاس) خریدا اور اپنی پشت پر لاد کر لے گئے، حالانکہ آپ اس وقت کوفہ کے امیر تھے! نیز نہایت خاموش طبیعت اور کم گو تھے۔(سیر أعلام النبلاء:1/423)۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، چنانچہ صحیح بخاری (۲۸۱۲) میں ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں:

”كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ المَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً ، وَكَانَ عَمَّارٌ يَنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ ، فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمَسَحَ عَنْ رَأْسِهِ الغُبَارَ ، وَقَالَ : "وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الفِئَةُ البَاغِيَةُ ، عَمَّارٌ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ"۔

ہم مسجد کی اینٹیں ایک ایک اینٹ منتقل کر رہے تھے جبکہ عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں منتقل کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور ان کے سر سے غبار صاف کرتے ہوئے فرمایا: عمار قابل ترس ہے اُسے باغی گروہ قتل کرے گا، عمار انہیں اللہ کی طرف بلائیں گے اور وہ اُنہیں جہنم کی طرف بلائیں گے۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ فرمان باری تعالی: ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُۥ مُطْمَئِنٌّۢ بِٱلْإِيمَٰنِ﴾[النحل: 106] عمار بن یاسر کے بارے میں نازل ہوا ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی وفات:

آپ کی وفات ترانوے سال کی عمر میں ربیع الاول ۳۷ھ میں صفین میں ہوئی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

" وأجمعوا على أنه قتل مع علي بصفّين سنة سبع وثلاثين في ربيع وله ثلاث وتسعون سنة".

سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ۹۳ سال کی عمر میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ربیع الاول سنہ ۳۷ھ میں شہید ہوئے۔

ملاحظہ فرمائیں: (سیر أعلام النبلاء:۳/۲۴۵-۲۵۹،والإصابۃ: 4/473-474،وتہذیب الکمال،21/215-221)۔واللہ أعلم۔

فقہ وفتاوی

نکاح میں مہر کا حکم اور اسکی مقدار

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: نکاح میں مہر کی کیا حیثیت ہے اور کیا شریعت نے مہر کی کوئی خاص مقدار کم یا زیادہ متعین کی ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

الجواب بعون الوهاب: شادی ایک فطری وشرعی طریقہ ہے جو نسل انسانی کی افزائش اور انسانی عزت وآبرو کی حفاظت کا ایک بڑا اہم ذریعہ ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالی کی نعمتوں میں ایک عظیم نعمت اور اس کی نشانیوں سے میں ایک بڑی نشانی ہے۔ جیسا کہ قرآن وحدیث میں وارد ہے اور مہر جسے عربی زبان میں "صداق" کہا جاتا ہے اسکا ایک بنیادی حصہ ہے اور بیوی کا خصوصی حق ہے جسے نکاح کے وقت مقرر کرنا ضروری ہے اور اس کی ادائیگی معجلا یا موجلا واجب ہے، اور یہ عورت کے لئے باعث عزت اور نشان اعزاز ہے، اور شوہر کی طرف سے حقوق کی ادائیگی اور نان ونفقہ برداشت کرنے کی دلیل ہے جس کے دلائل کتاب سنت میں موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَءَاتُوا۟ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَـٰتِهِنَّ نِحْلَةً ...... ﴾ [نساء: ۴]

''عورتوں کو ان کے حق مہر راضی وخوشی ادا کرو''۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کہتے ہیں کہ نحلہ سے مراد مہر ہے۔

* دوسری آیت میں ہے: ﴿فَمَا ٱسْتَمْتَعْتُم بِهِۦ مِنْهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ [نساء: ۲۴]

''جن عورتوں سے تم (نکاح کے بعد) فائدہ اٹھاؤ، انہیں ان کا مقرر کردہ حق مہر ادا کرو''۔

* تیسری جگہ ہے: ﴿وَإِنْ أَرَدتُّمُ ٱسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا۟ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ أَتَأْخُذُونَهُۥ بُهْتَـٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝٢٠ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُۥ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَـٰقًا غَلِيظًا﴾ [نساء: ۲۰-۲۱]

''اور اگر تم کسی بیوی کی جگہ اور بیوی بدل کرلانے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے لو گے اور تم اسے کیسے لوگے جب کہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں''۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ:

* جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ:

"أَعْطِهَا شَيْئًا ، قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: أَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ"۔

''اسے کچھ دو تو انہوں نے عرض کیا: میرے پاس کچھ نہیں ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" تیری زرہ کہاں ہے؟'' (سنن۔ابوداود/ رقم،2125)

اور دوسری روایتوں میں بعض دیگر صحابہ کرام کو حکم دیا کہ "التمس ولوخاتما من حديد" اسی طرح کچھ نہ پانے پر آپ نے تعلیم قرآن کو، اسلام قبول کرنے اور عورت کی آزادی کو اسکا مہر قرار دیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کچھ نہ کچھ بطور مہر دیا جانا چاہئے چاہے نقدی ہو یا عینی یا معنوی۔

مہر کا شرعی حکم:

اہل علم نے اسے نکاح کے شرائط میں تو شمار نہیں کیا ہے البتہ اسکے وجوب پر سب کا اتفاق ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے۔

شیخ بن باز رحمہ اللہ اس بابت بیان فرماتے ہیں کہ:

" نکاح میں مال کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَٰلِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَٰفِحِينَ ۚ فَمَا ٱسْتَمْتَعْتُم بِهِۦ مِنْهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ﴾[النساء:۲۴]

''اوران عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں ہیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے اس لیے جن سے تم فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو''۔

اور بخاری ومسلم کی سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کرنے والی عورت سے نکاح کے لیے پیش کرنے والے شخص سے فرمایا:" جاؤ کچھ تلاش کرو چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو" اور جب انسان کسی عورت سے بغیر مہر شادی کرے تو اسے مہر مثل دینا ہو گا۔(موقع فتاوی الشیخ علی الانترنت)

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ لکھتے ہیں: مہر کا حکم وجوب کا ہے،اس کی دلیل کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَءَاتُواْ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحْلَةً ......﴾[نساء:۴]''عورتوں کو ان کے حق مہر راضی وخوشی ادا کرو''۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے نکاح کیے ان میں سے کوئی نکاح بھی مہر سے خالی نہ تھا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا:''التمس ولوخاتما من حديد''مہر کے لئے کچھ تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔(بخاری:۵۱۲۱) علاوہ ازیں اہل علم نے مہر کی مشروعیت پر اتفاق کیا ہے''۔(فقہی احکام ومسائل/ 664)

مہر کی مقدار اور نوعیت:

٭ دلائل کے پیش نظر حق مہر ضروری ہے،اس کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار مقرر نہیں ہے جس سے تجاوز نہیں کیا

جا سکتا۔بعض فقہاء نے مہر فاطمی اور بعض نے کچھ اور مقدار مقرر کرنے کی بات کی ہے تاہم شرعی دلائل کی روشنی میں اسکی کوئی کم یا زیادہ مقدار مقرر نہیں ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:''**ليس للمهر حد محدود في الشرع، بل يجوز أن يكون قليلًا وكثيرًا؛ لأن الله قال:**﴿أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم﴾ [نساء:۲۴] **ولم يحدد، والرسول ﷺ لم يحدد؛ ولهذا ذهب جمهور أهل العلم إلى أنه لا حد لأقله ولا حد لأكثره، فما تراضى عليه الزوجان وولي الزوجة كفى ولو قليلًا**''شریعت میں مہر کی کوئی خاص حد نہیں ہے، بلکہ اس کا تھوڑا یا زیادہ ہونا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اپنے مال کے ذریعہ نکاح کرنا چاہو... (النساء:24) چنانچہ آیت کریمہ میں اللہ نے اس کی کوئی تحدید نہیں کی اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اسی لیے جمہور علماء کا کہنا ہے کہ اس میں کم سے کم کے لیے کوئی حد نہیں ہے اور زیادہ کے لیے بھی کوئی حد نہیں ہے، چنانچہ میاں بیوی اور لڑکی کے ولی جس پر اتفاق کریں وہ کافی ہے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔(موقع الشیخ ابن باز علی الانترنت)

- البتہ اس میں دو باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے:

* مہر کم رکھا جائے اور اس میں آسانی پیدا کی جائے۔

" سب سے بہتر نکاح وہ ہے جو آسان ہو" (صحیح الجامع/رقم 3300) اور فرمایا:" سب سے اچھا اور بہتر مہر وہ ہے جو آسان ہو " (صحیح الجامع/رقم 3279)

* اس میں غلو اور اسراف نہ کیا جائے:

جیسا کہ حدیث میں ہے:" تم عورتوں کے مہر میں غلو اور زیادتی مت کرو، کیونکہ اگر یہ کوئی دنیا کی عزت واچھائی ہوتی یا پھر اللہ کے ہاں تقوی ہوتا تو تم میں سے اس کے سب سے زیادہ اولی اور حقدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے، آپ نے اپنی کسی بھی بیوی کو بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہیں دیا، اور نہ ہی آپ کی بیٹیوں میں سے کسی کو اس سے زیادہ دیا گیا، اور مرد اپنی بیوی کا بہت زیادہ مہر ادا کرتا ہے حتی کہ وہ اس عورت کے لیے مرد کے دل میں عداوت بن جاتا ہے، اور وہ کہتا ہے مجھ پر تو تیری وجہ سے بہت بوجھ ڈالا گیا" (سنن ابن ماجہ/رقم 1887 بسند صحیح)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" اگر کوئی شخص مہر کی رقم زیادہ مقدار میں دینے کی طاقت رکھتا ہو تو مہر زیادہ دینا مکروہ نہیں الا یہ کہ کوئی شخص فخر و مباہات کے سبب ایسا کرے۔ اور اگر وہ عاجز و تنگ دست ہے تو مہر کی رقم زیادہ مقرر کرنا نہ صرف مکروہ ہے بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح اگر مرد مجبور ہو جائے کہ مہر ادا کرنے کے لیے حرام صورتیں اختیار کرے یا لوگوں کے آگے دست سوال پھیلائے تو اس صورت میں بھی زیادہ حق مہر مقرر کرنا حرام ہے۔ اور اگر اس نے زیادہ مہر مقرر کر کے ادائیگی موخر کر دی تو یہ بھی مکروہ ہے کیونکہ اس میں بھی خود کو مشکل میں ڈالنا ہے''۔(الفتاوی الکبری الاختیارات العلمیۃ/ باب الصداق 468/5)

هذا ماعندی والله اعلم بالصواب

تربیتی اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال

شیخ رشید سمیع سلفی

صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کے تربیتی اجتماع (منعقدہ ۲۷رنومبر ۲۰۲۲ء بمقام جامع مسجد اہل حدیث کپاڑیا نگر، کرلا، ممبئی) میں فجر بعد سے ہی باوقار ائمہ وعلماء کرام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، ناشتے کا دسترخوان پہلے سے سجا دیا گیا تھا، ایک جگہ سلفی علماء کی خوبصورت محفل نے دل باغ باغ کردیا، جس طرح مشکبار گلشن میں انواع واقسام کے گل و لالہ، گلاب وچمیلی، نرگس ونسترن اس کا حسن بڑھا دیتے ہیں اسی طرح مختلف اداروں کے فارغین کا متنوع خصوصیات کے ساتھ ایک جگہ جمع ہونا اجتماع کا حسن بڑھا رہا تھا، یہ علماء تھے، ائمہ تھے، دعاۃ تھے، خطباء تھے، نو فارغ بھی تھے، تجربہ کار بھی تھے، اکابرین بھی تھے، بزرگان دین بھی تھے، رنگ ونور میں بسے لمحوں کو دل قید کرلینا چاہتا تھا، لاک ڈاؤن کے ایک طویل عرصے کے بعد جمعیت نے اس روح پرور منظر کے ذریعے ماضی کی یادیں تازہ کردی تھیں، شیخ مقیم رحمہ اللہ بہت یاد آئے، آپ کا نام ہول ہول کر دل ودماغ کے ویرانے میں گونجتا تھا، ماضی کی تصویریں ایک ایک کرکے سامنے آرہی تھیں، جیسے آپ ابھی کسی طرف سے نکل کر آجائیں گے۔

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی
(کیفی اعظمی)

امیر صاحب کو مہمانوں کے انتظام اور ان کے استقبال میں اپنا ہوش نہیں تھا، رات کو بارہ بجے کے بعد مسجد سے انتظامی امور کا جائزہ لینے کے بعد گھر روانہ ہوئے تھے، سخت ٹرافک جھیل کر تین گھنٹے میں گھر پہونچے اور اجتماع کے دن علی الصباح کاپڑیا نگر مسجد میں پھر پہونچ گئے تھے، بے خوابی اور بے آرامی سے چہرہ متورم لگ رہا تھا، آواز میں نقاہت تھی، تھکن سے چور تھے، مجھے اپنے ان بھائیوں پر افسوس ہوا جو وقت نہ دینے کی اکثر شکایت کرتے رہتے ہیں، ایک مہینے سے تربیتی اجتماع کو منظم اور کامیاب بنانے کی جد وجہد میں مصروف تھے، نہ کھانے کا ہوش اور سونے کا ٹھکانہ اور نہ اپنے کاروبار کی فکر...

اس سے کیا غرض صبح ہے یا شام ہے
خدمت اہل چمن ہر وقت میرا کام ہے

آپ کے رفقاء نے بھی بڑی قربانی دی، ابوالمیز ان بھائی سے شروع سے رابطے میں رہا، رجسٹریشن اور علماء سے رابطے کا پورا کام اپنے سر لے رکھا تھا، پورا دن فون پر بزی رہتے تھے، آسان نہیں ہوتا ہے اس نوعیت کے پروگرام منعقد کرنا، سرفراز بھائی بھی بجلی کی سی رفتار سے ادھر آنکلتے اور کبھی ادھر پہونچ جاتے تھے، جمعیت کی پوری مشینری جنگی پیمانے پر کام کر رہی تھی، رجسٹریش کے اندراج کا مرحلہ بڑا دشوار گزار تھا، ریکارڈنگ کا

کام بھی مشکل ترین امر تھا لیکن جب مخلص اور محنتی افراد کام کرنے والے ہوں تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا ہے، پورے مہاراشٹر سے لوگ آئے تھے، علماء کی اس محفل پر نور برس رہا تھا، فرشتوں کا نزول ہو رہا تھا، یہ علم کی پیاس تھی، یہ کتاب وسنت کی کشش تھی، علماء نوٹس کے ساتھ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے خطابات سن رہے تھے، یکسوئی تھی، انہماک تھا، سب کے مقالے بہت جامع اور حسب حال تھے، شیخ ظفر الحسن مدنی، شیخ عبدالقیوم بستوی، شیخ صلاح الدین مقبول مدنی، دکتور نسیم مدنی، فضیلۃ الدکتور عبید الرحمٰن مدنی، شیخ عبدالحکیم مدنی، شیخ خالد جمیل مکی، شیخ مصطفی اجمل مدنی وغیرہم (حفظهم الله) کی تقاریر انتہائی فکر انگیز اور بصیرت افروز تھیں، اشتہار میں نام اور خطباء کی تفصیل موجود ہے، میں بھی مقالہ پڑھ چکا تھا، آخری نشست کی نظامت میرے دوش ناتواں پر تھی، صدارتی کلمات میں شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ نے مجلس کو تڑپا دیا تھا، منحرف شخصیات کے افکار ونظریات نے موجودہ دور میں جو تباہ کاری مچائی ہے، نسلوں کے ذہنوں کو جو مسموم کیا ہے، اس پر آپ کا خطاب تھا، دوران تقریر آپ کی آواز بھرا گئی، آپ روہانسی ہو گئے، یہ بس یونہی نہیں تھا بلکہ آپ کے سامنے جو قافلہ لٹ رہا ہے، سلفیت پر جو ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے، اہلحدیثیت کا خیمہ جو اجڑ رہا ہے، آپ کے سلفی جگر گوشے جو حریت پسندی میں غیروں کی گودوں میں جا رہے ہیں، یہ جو منہجی اباحیت اور سرپھرا پن پھیل رہا ہے، اس درد نے آپ کو اندر سے کتنا لہولہان کیا ہے؟ روح کو کتنی ٹیسیں پہونچائیں ہیں؟ اس کی آنچ آپ کے لب و لہجے میں اتر آئی تھی، آنسو لفظوں میں ڈھل گئے تھے، آپ نے کہا کہ ایک شخص بھی منہج پر رہیگا تب بھی یہ منہج رہیگا لیکن وہ ایک شخص خالص اور پیور رہیگا، قلت وکثرت کا حوالہ ہم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا، آپ نے کہا: کسی کی تحریریں بہت اچھی ہیں، کسی نے بہت کتابیں لکھی ہیں، کسی نے مغربی کلچر پر بہت اچھا کام کیا ہے تو کیا اس کو بخش دیا جائے گا، ان کے افکار کا جائزہ نہیں لیا جائے گا، یہی وہ ظاہر فریب بیانیہ ہے جس نے امت پر ضلالت کے چوپٹ دروازے کھول دیے ہیں، عقیدۂ ومنہج کے ایوان میں نقب لگایا ہے، ایک گھنٹے کی تقریر میں سماں ایسا بندھا رہا کہ سامعین پر **"كأنما على رؤوسهم الطير"** کی روح پرور کیفیت کا گمان ہوتا تھا، صوبائی جمعیت نے مہمانوں کیلئے اور تمام مشارکین کیلئے بیش قیمت ہدایا وتحائف کا انتظام کیا تھا، انتہائی اہم موضوعات پر ایک درجن سے زائد کتب بھی دی گئیں، عشائیہ کا انتظام بھی تھا تا کہ کھانے کی فکر سے آزاد ہو کر سب آرام سے گھر پہونچ جائیں، مسجد کے ذمے داران اور مقامی نوجوانوں کے بغیر اجتماع اس خوش اسلوبی سے انجام تک نہیں پہنچ سکتا تھا، بے مثال خدمت اور بے لوث قربانی کی ایک اعلی مثال اس اجتماع میں دیکھنے کو ملی، شرکاء کا شوق اور علم کیلئے وارفتگی قابل تعریف تھی، صوبائی جمعیت کا تربیتی اجتماع ہر گذرتے سال کے ساتھ بے انتہا مقبول ہو رہا ہے، جن کا رجسٹریشن ہوا تھا ان کی تعداد سیکڑوں میں تھی، تاہم ایک بڑی تعداد طلبہ وغیر علماء کی وہ بھی تھی جن کا کسی وجہ سے رجسٹریشن نہیں ہو سکا تھا، وہ بھی یہ صدا لگا رہی تھی۔

اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کل ترے در پر ہجوم عاشقاں ہوگا

آئینۂ جمعیت وجماعت

رپورٹ: عظمت توحید کانفرنس

صوفی عبدالرحمن پلے گراؤنڈ، مومن پورہ، ممبئی

دفتر صوبائی جمعیت

قرآن کریم نے توحید باری تعالیٰ کو امن کی ضمانت قرار دیا ہے۔

بحمداللہ وفضلہ یکم جنوری ۲۰۲۳ء بروز اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے صوفی عبدالرحمن پلے گراؤنڈ پر ''عظمتِ توحید'' کانفرنس پورے تزک واحتشام کے ساتھ اختتام پذیر۔

قرآن کریم نے توحید باری تعالیٰ کو امن کی ضمانت قرار دیا ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے یکم جنوری ۲۰۲۳ء اتوار کو صوفی عبدالرحمن پلے گراؤنڈ میں ''عظمتِ توحید'' کے عنوان پر کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ پہلی نشست جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں ہوئی۔ کانفرنس میں مقررین نے کہا کہ دیگر مذاہب میں بھی توحید کے تصور کی جڑیں کافی مضبوط ہیں اور انبیاء ورسل کی بعثت اوران کی دعوت کا نچوڑ توحید ہی تھا۔ اسی پر اعمال کی قبولیت اورنجات اخروی کا دارومدار ہے۔

اس کانفرنس میں مہمان خصوصی کے طور پر سعودی سفارت خانہ دہلی کے دو موقر نمائندوں نے شرکت کی، شیخ بدر ناصر العنزی اور شیخ عبداللطیف عبدالصمد الکاتب اور دونوں نے توحید پر انتہائی اہم اور وقیع باتیں پیش کی۔

شیخ بدر ناصر العنزی حفظہ اللہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''انسانوں اور جنات کی پیدائش کا مقصد اللہ جل شانہ نے اپنی عبادت کو قرار دیا ہے اور تمام انبیاء ورسل کی بعثت اوران کی دعوت کا نچوڑ توحید باری تعالیٰ ہے، یہی بنیاد ہے قولاً بھی، عملاً بھی اور اخلاصاً بھی۔ اس کے ساتھ ہی غلو سے بھی بچنا ہے''۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ ''ہم بحیثیت مسلمان اسلام کے نمائندہ ہیں اس لئے ہماری جانب سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جس سے کسی کو لب کشائی کا موقع ملے۔ ہمیں اپنے ملک کے حالات کے پیش نظر حکمت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینا چاہیے''۔

مزید آپ نے یہ بھی کہا کہ: ''ہند وسعودی عرب کے درمیان قدیم زمانے سے اچھے روابط اور گہرے مراسم ہیں اور دونوں ممالک ایک دوسرے کی ملکی وقومی سلامتی اور

خوشحالی وترقی میں ایک دوسرے کے معاون ومددگار رہیں اس لئے ہمیں ملک کی سلامتی کے لئے فکرمند ہونا چاہیے''۔

اس کے بعد شیخ عبداللطیف عبدالصمد الکاتب نے حفظہ اللہ توحید کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے شرک سے بچنے کی تلقین کی۔

شیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی نے پہلی نشست میں خطاب کرتے ہوئے کہا: ''توحید کے معنی اور اس کا مفہوم ہمیشہ ہمارے سامنے رہنا چاہیے۔اس لئے بھی کہ باری تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں واضح انداز میں فرمادیا ہے کہ مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔ چنانچہ توحید خالص اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور پاکیزہ صفات میں بلاشرکت غیرے ایک ماننا اور اس پر قائم رہنا ہے۔یہی توحید کا بنیادی مفہوم اوراس کا تقاضا ہے۔اس سے انحراف میں سخت نقصان اورخسارہ ہے''۔

اس موقع پر صوبائی جمعیت اہل حدیث کے امیر مولانا عبدالسلام سلفی نے اپنے اخباری بیان میں کہا کہ:''اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد انسانیت کو ایک اللہ کی بندگی کی تلقین کرنا ہے۔سارے لوگ اس بات کو مانتے ہیں کہ زندگی اورموت، بیماری اورصحت، تنگدستی اورفراخی اورنفع ونقصان کا مالک ایک ہے۔اس لئے جوتوحید کو ماننے والے ہیں وہ تمام مخلوق کے کام آنے کوجنت میں داخل ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں''۔

مولانا نے یہ بھی کہا کہ: ''یاد رکھئے! کامیابی کا راستہ توحید سے ہی ممکن ہے اور انسانیت کی خدمت اور رواداری کی تعلیم بھی اسی سے ملتی ہے۔قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق یہی امن کا ذریعہ ہے اورتوحید سارے انسانوں کے لئے ضمانت ہے''۔

مولانا عبدالسلام سلفی نے مزید کہا کہ:''اسلام کے سوا دیگر مذاہب میں بھی توحید کے تصور کی جڑیں بہت مضبوط ہیں اورسبھی یہ مانتے ہیں کہ سب کا مالک ایک ہے۔اس لئے اس پیغام کو عام کرنے اور ذہنوں میں بٹھانے اور اسے پختہ کرنے کی ضرورت ہے''۔

عظمتِ توحید کانفرنس میں شیخ ظفرالحسن مدنی، ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی، مولانا ابوزید ضمیر، مولانا عبدالغفار سلفی، مولانا محمد رحمانی سنابلی مدنی اور دیگر نامور خطباء وعلماء نے اپنے اپنے انداز واسلوب میں انتہائی عمدہ اورجامع خطابات کئے اورتوحید کی اہمیت اورضرورت کو واضح کرتے ہوئے امت مسلمہ کواس کی حفاظت اور اسے عملی زندگی میں داخل کرنے پرزوردیا۔

نظامت کے فرائض مولانا عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی،مولانا انصار زبیرمحمدی اورمولانا ظہیرالدین سنابلی نے انجام دیئے۔ مولانا عنایت اللہ مدنی اور مولانا عبدالجلیل انصاری نے کانفرنس سے متعلق استقبالیہ دیگرامورانجام دیئے۔کانفرنس کی دونوں نشستوں میں حاضرین کی جم غفیر کے ساتھ خواتین کی بھی ایک بڑی تعدادتھی۔اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ وہ امت مسلمہ کوتوحید کی عظمت اوراہمیت سمجھنے اوراس پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق بخشے۔(آمین)

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
January-February 2023

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورہ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

A1 Grafix Studio : +91-9819189965

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com